مئی
2022ء

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمت بالغہ

جھنگ

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قارئین کرام
کو
عید الفطر
مبارک
ہو

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 16 | وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (القران) | شوال :1443ھ

شمارہ : 05 | اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر) | مئی : 2022ء

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبداللہ اسماعیل

مشاورت

- ڈاکٹر طالب حسین سیال
- حاجی محمد منظور انور
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- عبداللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت : مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور : ملک نذر حسین

قانونی مشاورت

- محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
- چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 600 روپے | معمول کا شمارہ: 60 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیلِ زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-0336-6778561

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

انجینئر مختار فاروقی

طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَ هَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		1	3
بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات		2	5
حرفِ آرزو	انجینئر عبداللہ اسماعیل	3	6
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	انجینئر مختار فاروقی	4	8
مطالعۂ سورۃ الکہف (5)	محمد نعمان اصغر	5	20
دو روزے	مولانا ابوالحسن ندویؒ	6	28
کیا بائبل پر ایمان لانا ہم پر واجب ہے؟	ساجد محمود انصاری	7	37
ریموٹ کنٹرول جمہوریت اور ریاستی گدھ	محمد منظور انور	8	46
تربیت اولاد کے اسلامی اصول (6)	حافظ خالد حیات محمود	9	54
تبصرہ و تعارف کتب		10	61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

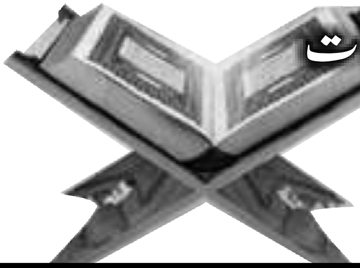

(02) سورۃ البقرۃ — اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات 189-193

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ

(اے نبی ﷺ) لوگ آپ سے نئے چاند کے بارے میں
دریافت کرتے ہیں (کہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے)

قُلۡ ہِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَ الۡحَجِّ

کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی معیادیں) اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے

وَلَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُہُوۡرِہَا

اور نیکی اس بات میں نہیں کہ (احرام کی حالت میں) گھروں میں ان کے پچھواڑے کی طرف سے آؤ

وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِہَا

بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیزگار ہو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو

وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۸۹﴾

اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ نجات پاؤ

وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَ لَا تَعۡتَدُوۡا

اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم بھی اللہ کی راہ میں ان سے لڑو مگر زیادتی نہ کرنا

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ ﴿۱۹۰﴾

کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا

وَ اقۡتُلُوۡهُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡهُمۡ

اور ان کو جہاں پاؤ قتل کردو

وَ اَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ اَخۡرَجُوۡکُمۡ

اور جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکے سے) وہاں سے تم بھی ان کو نکال دو

وَ الۡفِتۡنَةُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ

اور (دین سے گمراہ کرنے کا) فساد قتل وخونریزی سے کہیں بڑھ کر ہے

وَ لَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوۡکُمۡ فِیۡهِ

اور جب تک وہ تم سے مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کے پاس نہ لڑیں تم بھی وہاں ان سے نہ لڑنا

فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُمۡ کَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۱۹۱﴾

ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو کافروں کی یہی سزا ہے

فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۹۲﴾

اور اگر وہ باز آجائیں تو اللہ بخشنے والا (اور) رحم کرنے والا ہے

وَ قٰتِلُوۡهُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَةٌ

اور ان سے اس وقت تک لڑتے رہنا کہ فساد نابود ہو جائے

وَّ یَکُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰهِ

اور (ملک میں) اللہ ہی کا دین ہو جائے

فَاِنِ انۡتَهَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۹۳﴾

اور اگر وہ (فساد) سے باز آجائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں (کرنی چاہیے)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں خیرات

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اِنَّ هٰذَا الْمَالَ خَضِرٌ حُلْوٌ

بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے

(یعنی مال و دولت دیکھنے میں بھی اچھا لگتا ہے اور جتنا بھی حاصل ہو جائے دل نہیں بھرتا)

فَمَنْ أَخَذَهُ بِحَقِّهِ بُورِكَ لَهُ فِيهِ

جو شخص اس مال کو اپنے حق کے ساتھ لیتا ہے

اس کے لیے اس میں برکت دی جاتی ہے

وَمَنْ أَخَذَهُ بِإِشْرَافِ نَفْسٍ لَمْ يُبَارَكْ لَهُ فِيهِ

اور جو اس کو اشرافِ نفس (دل کے حرص) کے ساتھ لیتا ہے

اس کے لیے اس میں برکت نہیں دی جاتی

وَكَانَ كَالَّذِي يَأْكُلُ وَلَا يَشْبَعُ

اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو کھاتا رہے اور اس کا پیٹ نہ بھرے

وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى

اور اوپر والا (یعنی دینے والا) ہاتھ

نیچے والے (یعنی لینے والے) ہاتھ سے بہتر ہے

(مسند احمد، عن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ)

حرفِ آرزو

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

اورتا کہ تم اللہ کو بڑا کرو اس پر کہ اس نے تم کو ہدایت بخشی ہے

انجینئر عبد اللّٰہ اسماعیل

گزشتہ چند شماروں کے حرفِ آرزو کے صفحات میں مسلمانوں کی خلافت کے قیام کے سلسلے میں مسلمانوں کی ذمہ داریوں اور اس کے طریقہ کار کے حوالے سے آنحضور ﷺ کی اِتباع پر بات ہو رہی ہے۔ اسی دوران میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں اپنی خاص رحمت سے رمضان المبارک کا مہینہ نصیب فرمایا۔ اس شمارے کے آپ تک پہنچنے تک یہ ماہِ رمضان المبارک اپنے اختتام تک پہنچ چکا ہوگا۔ رمضان المبارک کی محنتوں (صیام و قیام) کے جو اثرات ہونے چاہئیں ان کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کے تیسویں رکوع میں بیان فرمایا ہے۔ ان میں

تقویٰ	لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ
جذبہ شکر	وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ
تعلق مع اللہ اور تقرب الی اللہ	وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْب
اللہ کی پکار پر لبیک	فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ
اللہ تعالیٰ پر ایمان	وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ
ہدایت کا حصول	لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

اور ___ رزقِ حلال وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ،

کے ساتھ ساتھ

تکبیرِ رب وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ

بھی شامل ہے۔

رمضان کی، مہینے بھر کی محنتوں کا حاصل بھی یہی ہے کہ روزہ سے تقویٰ اور اس تقویٰ کے ذریعے سے قرآن مجید سے جو ہدایت حاصل ہو اس پر انسان اللہ کی کبریائی کا اعلان کرے۔ اللہ کی کبرائی کا یہ اعلان زبان سے بھی ہونا چاہیے [جس کی مثال عیدگاہ کی طرف جاتے ہوئے اور واپس آتے ہوئے تکبیرات (**اَللّٰهُ اَكْبَر اَللّٰهُ اَكْبَر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَر اَللّٰهُ اَكْبَر وَ لِلّٰهِ الْحَمْد**) کا پڑھنا اور نمازِ عید میں زائد تکبیریں شامل ہیں] اور ہدایت کا عملاً حاصل بھی یہی ہے کہ انسان فیصلہ کرے کہ میری زندگی میں اب اللہ ہی بڑا ہوگا، یعنی اس کا حکم سب سے اوپر ہوگا۔ انفرادی سطح پر تو یہ فیصلہ فوراً لاگو ہونا چاہیے جبکہ اجتماعی سطح پر (اگر دین نافذ نہیں ہے تو) فوراً مسلمانوں کی خلافت کے قیام کے لیے جدوجہد کا آغاز کر دینا چاہیے تاکہ تکبیرِ رب کا تقاضا کما حقہٗ ادا کیا جا سکے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں رمضان کے مبارک مہینے کی تمام برکات سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس : انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات 60 تا 61

وَ اِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ — اور جب موسیٰ علیہ السلام نے پانی مانگا تھا اپنی قوم کے لیے۔

یہ واقعہ صحرائے سینا جو کہ اسرائیل کے جنوب اور سعودی عرب کے مغرب میں واقع ہے وہاں کا ہے۔ بنی اسرائیل چھ لاکھ آدمی تھے اور ان کے جانور بھی تھے، ان سب کے لیے پانی کہاں سے آئے؟ اگر پہلے سے کوئی ذخائر ہوں گے بھی تو وہ بھی ختم ہو گئے اب قوم پریشان ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی۔ اللہ نے فرمایا کہ

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ — تو ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنا عصا اس پتھر پر مارو

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا — اس میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔

اللہ کے حکم سے معجزہ ہو گیا۔

قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ — ان سب نے اپنا اپنا گھاٹ پہچان لیا

وہ بارہ قبیلے تھے تو سب نے اپنے پینے کا چشمہ مقرر کر لیا کہ یہ فلاں کا ہے یہ فلاں کا ہے۔

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ — اللہ نے فرمایا تم کھاؤ اور پیؤ اللہ کے رزق میں سے۔

من وسلویٰ اُتر رہا ہے وہ کھاؤ اور یہ پانی اللہ نے دیا ہے یہ پیؤ

وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٦٠ — اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ۔ شرک نہ کرو اللہ کی

نافرمانی نہ کرو۔

وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی اور جب کہا تم نے اے موسیٰ

لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ اب ہم ایک کھانے پر مزید صبر نہیں کر سکتے

کوئی نئی ورائٹی ہونی چاہیے اور مینو تبدیل ہونا چاہیے۔ روز ایک ہی قسم کا کھانا صبح دوپہر شام کھا کھا کر ہم تو تنگ آ چکے ہیں

فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ تم اپنے رب کو پکارو (اس سے مانگو) ہمارے لیے کہ وہ نکالے ہمارے لیے ان میں سے جو زمین سے اُگتا ہے

مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ترکاریاں اور ککڑی ہو اور گیہوں ہو (یا فُوْمِ کے معنی لہسن کے بھی ہیں) اور مسور ہو اور پیاز ہو۔

یہ چیزیں فرعونیوں کو میسر تھیں اور بنی اسرائیل غلامی کے دور میں ان کے نوکر چاکر تھے تو یہ بھی ان چیزوں کو دیکھتے تھے اور کھاتے تھے تو معلوم ہوا کہ اسی کا ایک چٹخارہ ان کو لگا ہوا تھا۔

قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا (کم بختوں) ایک اچھی چیز (جو تمہیں آسمان سے مل رہی ہے اللہ کا رزق ہے اس) کے بدلے میں تم ایک گھٹیا چیز لے رہے ہو۔

تو اللہ سے انہوں نے درخواست کی ہوگی تو اللہ نے حکم دیا

اِهْبِطُوْا مِصْرًا اُترو تم شہر میں

اِهْبِطُوْا کا معنی ضروری نہیں کہ یہ ہو کہ تم بلندی سے نیچے اترو۔ بلکہ یہ معنی بھی ہو سکتا ہے جاؤ شہر میں سیٹل ہو جاؤ۔ یہ جو تم صحرا نوردی کر رہے ہو اگر تمہیں ان چیزوں کے کھانے پینے کا اتنا ہی شوق ہے تو شہری زندگی اختیار کر لو کسی شہر میں جا کر آبادی کر لو وہاں پھر کھیتی باڑی کرو ہل چلاؤ محنت کرو اس کے بعد یہ ساری چیزیں حاصل کر لینا۔ مصر ویسے تو ایک ملک کا نام بھی ہے اور اس کا معنی شہر بھی ہے۔

فَاِنَّ لَکُمْ مَّا سَاَلْتُمْ وہاں تمہارے لیے ہوگا جو تم مانگ رہے ہو۔

یہ ان کی نافرمانیاں تھیں۔ یہ آخری نافرمانی جب ہوئی ہے تو اللہ نے فرمایا

وَضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْکَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ان پر تھوپ دی گئی ذلت

اور مسکنت اور اللہ کا غضب لے کر وہ لوٹے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ یہ اس لیے ہوا کہ وہ کیا کرتے تھے اللہ کے احکام کی نافرمانی

وہ مسلسل اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ اللہ نے کوئی زیادتی نہیں کی۔

وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور (یہاں تک کہ) اللہ کے نبیوں کو بلا جواز قتل کر دیتے تھے

کسی آدمی نے قتل کیا ہو چوری کی ہو ڈاکہ ڈالا ہو اس کو مارا جائے سزا دی جائے تو قانونی جواز بھی بنتا ہے۔ اللہ کے نبیوں کا تو کوئی جرم نہیں سوا اس کے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا راستہ دکھاتے تھے ان کو وہ قتل کر دیتے تھے۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿٦١﴾ یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد پر قائم رہنے والے نہیں تھے۔

جب آدمی نافرمان ہوتا ہے اور نافرمانی میں آگے بڑھتا ہے تو نافرمانی کی ایک سٹیج ہے کہ پھر جو کوئی آدمی اچھا کام کر رہا ہوتا ہے وہ بھی اس کو برا محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی میری آنکھوں کے سامنے اچھا کام کرتا ہوا نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ SIMULTANEOUS CONTRAST میں دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ ایک طرف یہ آدمی ہے اس کا بُرا کردار ہے دوسری طرف اچھا آدمی ہے اس کا اچھا کردار ہے۔ تو برے آدمی کو اس میں اندیشہ ہوتا ہے کہ لوگ اچھے آدمی کو قبول کریں گے۔ لہٰذا نافرمانی کا اگلا درجہ یہ ہے کہ اچھے کام کرنے والوں کو معاشرے سے ختم کر دیا جاتا ہے۔ یہ انسانی سوچ ہے اور وہ یہود بھی یہی کرتے تھے۔

آیات 62 تا 71

اب آگے وہ آیت ہے جس سے غلط مفہوم لیا گیا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جو یہودی ہوئے اور جو نصاریٰ ہوئے اور جو صابی ہوئے

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا ان میں سے جو اللہ پر ایمان لایا اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اُس نے اچھے کام کیے

فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ان کے لیے ہے ان کے رب کے پاس اجر۔

یعنی صرف کسی گروہ میں شامل ہوجانے سے بات نہیں بنتی ہے کہ کوئی ایمان لے آئے یا یہودی بن جائے یا عیسائی ہوجائے بلکہ اللہ کو مانو، آخرت کو مانو اور اچھے کام کرو۔ ایمان لاؤ گے تب ہی اچھے کام کرسکو گے۔ اللہ تعالیٰ کی اب جو شریعت ہے اور اب جو اللہ کی مرضی ہے وہ اس قرآن کے ذریعے معلوم ہو رہی ہے کہ اللہ کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا۔

وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿٦٢﴾ نہ ان کے لیے اللہ کے ہاں کوئی خوف ہوگا نہ کوئی حُزن ہوگا۔

’خوف‘ مستقبل کا ہوتا ہے اور کھٹکا لگا رہتا ہے جبکہ ’حُزن‘ ماضی کے بارے میں ہوتا ہے کہ یہ کام کیوں ہوگیا یہ نقصان کیوں ہوگیا۔ ایمان کا نتیجہ اور حاصل یہ ہے کہ اہل ایمان آدمی کو مستقبل کے بارے میں بھی خوف نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ جو کچھ ہوگا وہ اللہ کے حکم سے ہوگا اور میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ کا کہنا مان رہا ہوں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اور اہل ایمان کو ماضی کے بارے میں بھی کوئی خوف اور خدشہ نہیں ہوتا کہ جو کچھ ہوا وہ اللہ کے حکم سے ہوا ہے اور جو کچھ ہوگا اللہ کے حکم سے ہوگا لہٰذا اہل ایمان کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ کوئی حزن وملال ہوتا ہے۔ ایمان کا تقاضا ایمان کا حاصل یہ ہے کہ زوالِ خوف اور زوالِ حزن۔ اگر ایمان کے دعوے کے باوجود یہ چیزیں موجود ہیں کہ مستقبل کے خدشے لگے ہوئے ہیں اور کوئی ناپسندیدہ صورت حال پیدا ہوجائے تو آدمی اس میں پریشان ہوجاتا ہے تو ایمان میں ابھی کمی ہے وہ درجہ حاصل نہیں ہوا ایمان کی وہ گہرائی حاصل نہیں ہوئی جس کے نتیجے میں خوف اور حزن اور ملال زائل ہوجاتا ہے۔

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَكُمۡ اور یاد کرو جب ہم نے لیا تھا تم سے ایک قول وقرار (معاہدہ)

وَرَفَعۡنَا فَوۡقَكُمُ الطُّوۡرَ اور ہم نے تمہارے اوپر طور پہاڑ کو اُٹھا دیا تھا۔

اب یہ غیر معمولی سی بات ہے کہ وعدہ لیتے ہوئے کچھ ایسی SITUATION CREATE کردی جائے کہ کوئی وہ معاہدہ کرنے پر مجبور ہوجائے۔ پچھلی آیات میں کتنی ہی باتیں معجزات کے طور پر مذکور ہوئی ہیں پانی میں راستہ بن جانا، پتھر سے پانی نکل آنا، آسمان سے من وسلویٰ (رزق) کا اُترنا وغیرہ تو یہ بھی ایسے ہی ہے۔ تا حال اس کی کوئی تعبیر ہماری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ مفسرین نے لکھا

ہے کہ یہ ایک اللہ کی طرف طور پہاڑ ان پر مسلّط کر دیا گیا گویا کہ ان پر پہاڑ گرا چاہتا ہے۔

خُذُوۡا مَآ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑو

وہ معاہدہ کیا تھا؟ یہ ہے اصل بات جس پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ کے ساتھ معاہدہ اور قول و قرار یہ تھا کہ تم مضبوطی سے پکڑو اس کتاب کو جو ہم نے تمہیں دی ہے۔ اور یہی ہمارے لیے بھی ہو سکتا ہے اللہ کی کتاب ہمارے درمیان موجود ہے اس کے ساتھ تمسّک کرنا اس کو مضبوطی سے پکڑنا جیسے ایک حدیث میں الفاظ آتے ہیں کہ اس کو دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ پکڑنا کہ کسی صورت میں بھی اس کا عمل ہمارے ہاتھوں سے نہ نکل جائے یہ معاہدہ ہے جو اہل کتاب کے ساتھ ہو رہا ہے۔

وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ اور جو کچھ اس میں ہے اس کو یاد رکھو۔

صرف تلاوت ہی نہ کر لیا کرو بلکہ اس میں جو احکام ہیں جو اس کا مدعا ہے جو اس کا نتیجہ نکلنا چاہیے عمل میں اور کردار میں اس کو بھی یاد رکھو۔

لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿٦٣﴾ تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔

ثُمَّ تَوَلَّيۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ اس معاہدے کے بعد تم میں سے کچھ لوگ پھر گئے۔

فَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ تو اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت دوبارہ نہ ہوتی

یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ معاف نہ کر دیتا ایک اور موقع نہ دیتا

لَكُنۡتُمۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ﴿٦٤﴾ تو تم تو تباہ و برباد ہونے والوں میں سے ہو گئے ہوتے۔

اللہ نے تم پر پھر فضل فرمایا اور رحمت فرمائی تمہیں ایک موقع اور دے دیا تمہیں مہلت دے دی۔

وَلَقَدۡ عَلِمۡتُمُ الَّذِيۡنَ اعۡتَدَوۡا مِنۡكُمۡ فِى السَّبۡتِ اور تم خوب جان چکے ہو ان کو جنھوں نے تم میں سے ہفتے کے دن زیادتی کی تھی۔

ہفتے کا دن یہود کے لیے خاص ہے جیسے ہمارے لیے جمعہ کا دن ہے۔ ہمارے لیے پھر گنجائش موجود ہے کہ صبح کے وقت جمعہ کی تیاری کر لیا کرو پھر جمعہ پڑھو اور پھر اس کے بعد حکم ہے کہ جب نماز ختم ہو جائے تو کاروبار پر چلے جاؤ ﴿فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانۡتَشِرُوۡا فِى

الْاَرْضِ﴾۔ یہود کے لیے سبت (ہفتے) کا پورے کا پورا دن عبادت کے لیے مخصوص تھا کہ اپنی عبادت گاہ میں جاؤ تورات کی تلاوت کرو اور سارا دن نیکی کے کام میں گزارو۔ اسرائیل کے مغربی ساحل بحیرۂ روم کے ساتھ اَیلہ کی ایک بندرگاہ ہے، وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ چند مچھیرے (ماہی گیر) قسم کے لوگ سمندر کے کنارے آباد تھے مچھلیاں پکڑنا ان کا پیشہ تھا۔ وہ یہودی تھے اس لیے مجبوراً ہفتے کے دن مچھلی نہیں پکڑ سکتے تھے۔ لیکن مچھلیوں اور دیگر حیوانوں کو بھی اللہ نے کچھ شعور دیا ہے۔ عام دنوں میں تو کوئی مچھلی وہاں آتی نہیں تھی لیکن سورۂ اعراف میں جیسے ذکر ہے کہ ہفتے کے دن مچھلیاں پانی کے باہر کودکود کر خوب اٹھکیلیاں کرتی تھیں۔ ان کے دلوں پر جیسے چھریاں چلتی تھیں۔ انہیں احساس ہوتا تھا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اب ان کے اندر وہ بیماری پیدا ہوئی کہ انہوں نے بجائے اس کے کہ عبادت گاہ میں بیٹھ کر تورات کی تلاوت کرتے اور اچھے کام کرتے وہ گڑھے بنا لیتے تھے اور سمندر کا پانی ان گڑھوں میں جمع ہوتا تو اس کے ساتھ مچھلیاں بھی آجاتی تھیں پھر راستہ بند کر دیتے تھے کہ پانی اور مچھلیاں واپس نہ جاسکیں۔ ساحل سمندر پر تو مدوجزر کا معاملہ ہوتا ہے۔ اسی میں سارا دن لگے رہتے تھے۔ اتوار کی صبح جا کر مچھلی پکڑتے تھے۔ اگر پوچھا جائے تو کہتے کہ ہفتے کو تو ہم نے مچھلی کو ہاتھ تک نہیں لگایا کوئی مچھلی پکڑی تو نہیں ہے۔ لیکن ظالمو! تم نے سارا دن اسی میں گزارا تو ہے، تم عبادت گاہ گئے ہی نہیں، وہاں تورات تو کھولی نہیں، کوئی اچھا کام کیا نہیں اور سارا دن اسی میں لگے رہے۔ یہاں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ تم جانتے ہو ان لوگوں کو جنہوں نے زیادتی کی تھی ہفتے کے دن۔

﴿فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝۶۵﴾ ہم نے ان سے کہا کہ تم ہو جاؤ بندر ذلیل۔

ان پر اللہ کا عذاب آیا، اللہ نے ان کی شکل مسخ کر دی۔ بندروں جیسی ان کی شکل ہوگئی۔

﴿فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾ پھر ہم نے اس واقعہ کو عبرت کا سامان بنا دیا ان لوگوں کے لیے جو وہاں موجود تھے اور ان کے لیے جو بعد میں آنے والے ہیں۔

وہاں لوگوں کے ان سے تعلقات اور میل جول ہوگا آنا جانا ہوگا انہوں نے دیکھا کہ ان کی شکل تو بدل گئی ہے ان کے لیے بھی عبرت کا سامان بنا دیا اور جو بعد کے آنے والے ہیں ان کے لیے بھی عبرت کا سامان بنا دیا۔

وَ مَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۶۶﴾ اور ڈرنے والوں، خدا خوفی رکھنے والوں کے لیے ہم نے اس میں ایک نصیحت بنا دی۔

کہ اللہ کی نافرمانی کی جائے، ضد اور ہٹ دھرمی کی جائے تو یوں بھی نتیجہ نکل سکتا ہے۔

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖۤ اور یاد کرو جب کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے۔

اس میں اب ایک واقعہ آ رہا ہے کہ فرعون جو مصر کے حکمران تھے ان کے ہاں بھی گائے کا ایک تقدس تھا گاؤ شالہ پرستی تھی (جیسے ہندوؤں کے ہاں بھی اس کو مقدس سمجھا جاتا تھا) اور بنی اسرائیل وہاں ان کے غلام رہے تھے لہٰذا ان میں بھی اس کا کچھ نہ کچھ اثر تھا اسی وجہ سے سامری نے بچھڑا بنایا اور وہ اس کی پوجا کرنے لگ گئے۔ ان کے ہاں ایک شخص قتل ہو گیا تھا اب پتہ نہیں چل رہا تھا کہ کس نے قتل کیا ہے کس کو پکڑا جائے اور سزا دی جائے۔ ایک قبیلہ دوسرے پر، دوسرا پہلے پر اسی طرح آپس میں الزام تراشی کر رہے تھے۔ تو اللہ نے انہیں حکم دیا کہ تم ایک گائے ذبح کرو۔ اب گائے چونکہ ان کے ہاں مقدس ہے (جیسے ہندوستان میں اب بھی گائے کے ذبح کرنے پر فسادات ہو جاتے ہیں۔ ایک گائے مقدس ہے لیکن اس کے نتیجہ میں چاہے کئی آدمی فسادات سے مر جائیں ان کے لیے کوئی بری بات نہیں ہے۔ تو وہاں بھی ان کو برا لگا کہ گائے کیسے ذبح کی جائے انہوں نے بظاہر جان بچانے کے لیے کئی سوال کیے پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کر دی تو ان کے لیے جو سب سے زیادہ مقدس سنہری گائے ہو سکتی تھی اللہ نے فرمایا یہ گائے تم نے ذبح کرنی ہے۔ مجبوراً ان کو وہ گائے ذبح کرنی پڑی۔ پھر حکم آیا کہ اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول کی لاش کے ساتھ ملو۔ تورات میں ہے کہ جو مقتول تھا وہ تھوڑی دیر کے لیے زندہ ہو گیا اور اس نے اپنے قاتل کا نام بتایا اور دوبارہ مر گیا۔ یہ واقعہ ہے جس کا یہاں تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

وَ اِذۡ قَالَ مُوۡسٰی لِقَوۡمِہٖۤ اور یاد کرو جب کہا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تَذۡبَحُوۡا بَقَرَۃً کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم فرما رہا ہے کہ ذبح کرو ایک گائے

قَالُوۡۤا اَتَتَّخِذُنَا ہُزُوًا انہوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام آپ ہمارے ساتھ مذاق کر رہے ہیں؟

ہمارا ایک آدمی قتل ہو گیا ہے ہم اس کا نوحہ کر رہے ہیں پریشان ہیں آپ کہہ رہے ہیں

ایک گائے ذبح کرو۔ آپ ہمارے ساتھ کہیں مذاق تو نہیں کر رہے؟

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ کی پناہ کہ ہو جاؤں میں جاہلوں میں سے

کہ تمہارے ساتھ کوئی مذاق کروں۔ اللہ کے نام پر مذاق کرنے میں مجھے کیا ملے گا۔

جب کوئی کام نہ کرنا ہو تو بہانہ سازیاں ہوتی ہیں تو اس کے لیے آدمی کھود کرید کرتا ہے اور بہانے بناتا ہے اور بالآخر پھنستا چلا جاتا ہے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اچھا چلو اللہ نے گائے ذبح کرنے کا حکم دیا ہی ہے تو کون سی گائے ذبح کریں کالی ہو پیلی ہو نیلی ہو کس عمر کی ہو کون سی گائے ذبح کریں؟ سمجھ میں نہیں آرہا۔

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ انہوں نے کہا کہ اے موسیٰ! اپنے رب سے درخواست کیجیے کہ وضاحت کرے کہ کون سی گائے ہم ذبح کریں کیسی گائے ہو

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو گائے ذبح کرنی ہے وہ نہ بوڑھی ہو اور نہ بن بیاہی ہو (جس کا ابھی کوئی بچہ نہ پیدا ہوا ہو)

عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ اس کے درمیان درمیان ہو۔

یعنی درمیانی عمر کی ہو نہ بوڑھی ہو نہ بالکل بچھڑیا ہو

فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ تو اب کر ڈالو جو تمہیں حکم دیا ہے۔

مزید میم میخ نہ نکالو

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا انہوں نے کہا اے موسیٰ! اپنے رب کو دوبارہ پکاریے کہ وضاحت کرے ہمارے لیے کہ اس گائے کا رنگ کیسا ہو؟

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

جب سوال کیا تو جواب بھی آ گیا

اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ وہ گائے خوب گہری زرد (سنہری) ہو، اس کی رنگت بہت اچھی لگتی ہو بھلی لگتی ہو دیکھنے والوں کو

قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ انہوں نے پھر کہا کہ اے موسیٰ اپنے رب کو ذرا پکاریے

(طور پر جا کر) کہ وہ ہمارے لیے وضاحت کرے کہ یہ گائے کیا ہے

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا اس گائے نے تو ہمیں شبہے میں ڈال دیا ہے

کہ گائے گائے، کون سی گائے ذبح کریں اس نے تو ہمیں پریشان کر دیا

وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ اور ہم ان شاء اللہ ہدایت یافتہ ہوں گے

گائے ذبح کریں گے۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ گائے ذبح کرنے کی نیت نہیں رکھتے۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ وہ گائے نہ وہ زمین جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو۔

ممکن ہے کہ وہاں رواج ہو کہ بیل کے ساتھ گائے کو بھی ہل میں جوت دیا جاتا ہے اور پانی نکالنے میں۔ یعنی اس سے محنت نہ لی جاتی ہو۔ سنہری گائے مقدس گائے کا ان کے ہاں تصور یہی تھا کہ وہ آرام سے کھونٹے پر بندھی رہتی تھی۔

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا وہ بے عیب اور بے داغ گائے ہونی چاہیے

قَالُوا الْئٰنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ اس وقت انہوں نے کہا کہ اب ہوئی نا ٹھیک بات۔

یہ ساری باتیں پہلے بتا دیتے تو اتنا جھگڑا تو نہ پڑتا۔

فَذَبَحُوْهَا انہوں نے پھر اس گائے کو ذبح کیا۔

اور اللہ تعالیٰ یہ تبصرہ فرما رہے ہیں

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وہ کرنے والے نہیں تھے۔

وہ تو کارنر ہو گئے، پھنس گئے ورنہ ان کی نیت کرنے کی نہیں تھی۔

آیات 72 تا 77

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو پھر لگے ایک دوسرے پر اس کا الزام دھرنے۔

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾ اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو کچھ کہ تم چھپاتے تھے

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا پھر ہم نے کہا کہ مارو یا لگاؤ اس گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا

اُس مردے کے جسم پر

كَذٰلِكَ يُحۡيِ اللّٰهُ الۡمَوۡتٰى اس طرح اللہ مردوں کو زندہ کردے گا

گویا کہ وہ مردہ زندہ ہوگیا اس نے اپنے قاتل کا نام بتادیا اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس سے ایک اور بات ظاہر ہوگئی کہ قیامت کے دن اللہ اس طرح مردوں کو زندہ کردے گا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔

وَيُرِيۡكُمۡ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۷۳﴾ اور تمہیں دکھاتا ہے وہ اپنی آیتیں تاکہ تم عقل سے کام لو۔

اب یہ گائے کا گوشت مردے کے جسم سے لگانے کا کیا نتیجہ نکلتا ہے یہ بہرحال اُس وقت ایک معجزہ ہی ہوا لیکن تا حال ہم اس کو معلوم نہیں کر سکے ہیں شاید آئندہ وقت میں کوئی سائنسی تحقیقات ہوں علم انسانی آگے بڑھے تو اس کی کوئی حقیقت ہمارے سامنے آجائے۔

اتنے معجزے دیکھنے کے باوجود اللہ کی اتنی واضح نشانیاں دیکھنے کے باوجود ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان کے دل سخت ہوتے چلے گئے

ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ پھر تمہارے دل اس کے بعد سخت ہو گئے

فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً اور یہ دل پتھر کی مانند سخت ہیں یا اس سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

اس لیے کہ پتھر تو بہرحال اللہ تعالیٰ خود فرما رہا ہے کہ پتھروں میں سے کچھ تو اللہ کے غضب سے ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور پتھروں میں تو چشمے بھی جاری ہو جاتے ہیں لیکن جس شخص کا دل سخت ہوتا ہے اس کا مقابلہ ہیرے یا پتھر کی سختی بھی نہیں کرسکتی۔

وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ اور پتھروں میں تو کچھ ایسے بھی ہیں کہ جن سے جاری ہو جاتی ہیں نہریں

وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ اور پتھروں میں سے تو ایسے ہوتے ہیں جو پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے

وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں کہ جو اللہ کی خشیت سے گر پڑتے ہیں

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٤﴾ اور اللہ بے خبر نہیں ہے جو کچھ کہ تم کر رہے ہو۔

یہ تمہارے دل جو سخت ہیں، تمہارے جو کرتوت ہیں اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے یہ ریکارڈ ہو رہا ہے اس کا نتیجہ نکلے گا۔

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ مسلمانو! کیا تم طمع رکھتے ہو اس کی چیز کی کہ یہ اہل کتاب تم پر ایمان لے آئیں گے۔

مسلمان ہو جائیں گے اور تمہارا ساتھ دیں گے

وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ حالانکہ ان میں سے ایک فرقہ وہ ہے جو اللہ کا کلام سنتا تھا

ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ اور اس کے بعد اس کو بدل ڈالتا تھا جان بوجھ کر سمجھ کر۔

یعنی کتاب کی یہ تلاوت کرتے ہیں تورات ان کے پاس ہے لیکن جان بوجھ کر اس میں تبدیلیاں کرتے رہتے ہیں حالات کے مطابق

وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ اور وہ جانتے ہیں۔

یعنی وہ لوگوں سے حق چھپاتے ہیں اور مفادات حاصل کرنے کے لیے اس کے مسائل اور فتوے تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ تو ان سے اُمید کی جا سکتی ہے کہ یہ تمہارا ساتھ دیں گے؟

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا اور یہ وہ لوگ ہیں جب مسلمانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم بھی مسلمان ہیں۔

اللہ کو مانتے ہیں آخرت کو مانتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں بعد کے نبیوں کو مانتے ہیں ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی نہیں مانتے۔ زیادہ فرق نہیں ہے تھوڑا سا فرق ہے۔

وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ اور جب آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ان کی میٹنگیں ہوتی ہیں

وہاں جمع ہوتے ہیں تو وہاں یہ ایک دوسرے کو ڈانٹتے ہیں۔ ہوتا یہ تھا کہ کبھی کبھی کوئی یہودی کسی مسلمان کو ملتا، مسلمانوں کی کسی بات پر یہ کہہ دیتا کہ ہاں تورات میں یہ لکھا ہے یہ بات بہت صحیح ہے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی یہ نشانی بہت صحیح ہے یا قرآن کے یہ احکام بہت صحیح ہیں ہماری

شریعت میں بھی یہی لکھا ہے۔اب جب ان کی علیحدگی میں میٹنگ ہوتی تھی تو ڈانٹتے تھے اس آدمی کو کہ تم نے کیوں ان کی بات کی تصدیق کردی ہم تو اس کو چھپائے پھر رہے اب تم نے تصدیق کر دی تو کل قیامت کے دن اللہ پوچھے گا کہ تم نے تصدیق کی تھی تو مانے کیوں نہیں، حالانکہ ہم چھپائے ہوئے ہیں۔گویا کہ ان کے خیال میں چھپانے سے اللہ نہیں پوچھے گا یہ ظاہر کردیا تو اللہ کو پتہ لگ گیا تو اللہ پوچھے گا۔یعنی بڑا جرم کر رہے ہیں کہ حق کو چھپا رہے ہیں لیکن اس بیچارے اہل کتاب یہودی سے ظاہر ہوگیا تو اس کو اب ڈانٹ رہے ہیں کہ تم نے یہ کام کیوں کردیا

قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ کہ تم یہ بات مسلمانوں کے سامنے تسلیم کرآئے ہوتا کہ وہ کل قیامت کے دن تمہارا مقدمہ اللہ کی عدالت میں لے جائیں اور تمہیں پکڑوادیں

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ کیا تم سمجھتے نہیں ہو عقل سے کام نہیں لیتے۔

آئندہ یہ بات کسی کو نہ بتانا کہ محمد (ﷺ) کی نشانیاں ہماری کتاب میں لکھی ہوئی ہیں اور قرآن کے بارے میں بھی کچھ چیزیں لکھی ہوئی ہیں۔

اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ کیا وہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ تو ہر چھپی اور ظاہر چیز کو جانتا ہے۔

کیا تم جب تک مسلمانوں کو نہیں بتاؤ گے اس وقت تک اللہ کو پتہ نہیں چلے گا کہ تورات میں میں نے کیا اُتارا ہے اور یہودیوں کے پاس کیا چھپا ہوا ہے یہ جب تم ظاہر کرو گے تو ہی اللہ کو پتہ چلے گا؟ کتنی بیہودہ اور کتنی گھٹیا بات کر رہے ہیں۔کیا اللہ کو یہ معلوم نہیں ہے کہ جو کچھ تم چھپاتے ہو وہ بھی اللہ جانتا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اس کو تو سب جانتے ہی ہیں۔

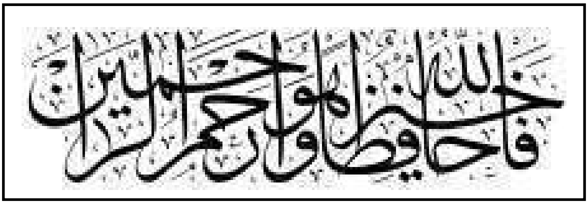

دورِ فتن اور دجّالیت کے پس منظر میں

مطالعۂ سورۃ الکہف

4

محمد نعمان اصغر
فیصل آباد

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ۝٦٠

’’(ذرا ان کو وہ قصہ سناؤ جو موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا تھا) جب کہ موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا تھا کہ میں اپنا سفر ختم نہ کروں گا جب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ میں ایک زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا‘‘۔

(1) قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ متعدد بار ہوا ہے لیکن یہ واقعہ صرف اسی سورۃ میں بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس سفر کا کیا سبب بنا؟ روایات کے مطابق کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں ہوں۔ بظاہر یہ بات ٹھیک تھی کیونکہ اللہ کے رسول سے بڑا عالم کون ہوسکتا ہے؟ تاہم کیوں کہ آپ نے اپنا علم اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارا ایک بندہ آپ سے بڑا عالم ہے اس کے پاس جائیں۔ ہمارے اس بندے کے پاس وہ علم ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو بڑا عالم کہنا ٹھیک نہیں ہے۔ علم کی تو کوئی حد ہی نہیں ہے۔ یہاں ایک سے بڑھ کر ایک علم والا ہے۔ مزید برآں اس سفر کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کائنات کے نظام کی ایک جھلک دیکھ لیں۔ اگرچہ یہ نظام غیبی ہے اور نظر بھی نہیں آتا

لیکن اسے اللہ تعالیٰ نہایت حکمت اور دانائی سے چلا رہا ہے۔ظاہر اور باطن میں ربط بھی ان پر واضح ہو جائے جو کہ عام طور پر ظاہری آنکھ نہیں دیکھ سکتی اور اس میں اکثر دھوکا کھاتی ہے۔

(2) یوشع بن نون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے، وہ اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے کہیں رُکنے کا کہا ہوگا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مسلسل چلتا رہوں گا اور مقصد حاصل کیے بغیر سفر نہیں روکوں گا یہاں تک کہ میں اپنی منزل پر پہنچ جاؤں گا۔اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاج کی جلالت اور اپنے مقصد سے لگن بھی ظاہر ہو رہی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے کوئی ہدف ہوگا جس تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔قرآن مجید نے اس واقعہ کی نہ تاریخ کا ذکر کیا ہے نہ وقت کا اور نہ اس بندے کا اور نہ جگہ کا۔یہ واقعہ فرعون کی ہلاکت سے پہلے کا ہے یا بعد کا، اس کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔اس راز داری میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت پوشیدہ ہے جس کا ہمیں علم نہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾
فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾

”پس جب وہ ان کے سنگم پر پہنچے تو اپنی مچھلی سے غافل ہو گئے اور وہ نکل کر دریا میں اس طرح چلی گئی جیسے کوئی سرنگ لگی ہو۔آگے جا کر موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا: لاؤ ہمارا ناشتہ، آج کے سفر میں تو ہم بری طرح تھک گئے ہیں“۔

اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتا دیا تھا کہ جہاں دو دریا/سمندر ملتے ہیں وہاں میرا ایک بندہ ہے جو آپ سے زیادہ علم رکھتا ہے۔آپ بھنی ہوئی مچھلی ساتھ رکھ لیں۔ ”غــداء“ کے معنی ناشتے اور نہاری کے ہیں۔لفظ کا قرینہ بتا رہا ہے کہ مچھلی زندہ نہ تھی بلکہ بھنی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ مچھلی جہاں زندہ ہو جائے وہاں آپ کو ہمارا وہ بندہ مل جائے گا۔چنانچہ ایک چٹان کے قریب دونوں نے کچھ آرام کیا تو مچھلی زندہ ہو کر سمندر میں کودی اور پانی میں سرنگ بنا کر چلی گئی۔حضرت یوشع بن نون اس وقت جاگ رہے تھے اور انہوں نے یہ منظر دیکھ لیا۔چونکہ حضرت موسیٰؑ اس وقت سو رہے تھے اس لیے یوشع بن نون نے انہیں جگانا مناسب نہ سمجھا۔ایک رائے کے مطابق دونوں نے چٹان کے پاس آرام کیا اور ناشتہ کے لیے جو مچھلی ساتھ رکھی تھی اسے

ساتھ لینا بھول گئے۔ کچھ دور جانے کے بعد یوشع بن نون کو یاد آیا کہ مچھلی تو وہیں رہ گئی ہے۔ وہ مچھلی لینے کے لیے واپس لوٹے تو دیکھا کہ مچھلی ان کے سامنے تڑپ کر پانی میں داخل ہوگئی۔ مچھلی جہاں سے گزری پانی میں ایک راستہ بنتا ہوا نظر آنے لگا۔ یہ منظر یوشع بن نون نے دیکھ لیا لیکن انہوں نے موسیٰ کو اس اندیشہ سے نہ بتایا کہ وہ اس عجیب وغریب واقعے کا یقین نہیں کریں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ انہیں ان کے شدید عتاب سے بھی دوچار ہونا پڑے۔ لہٰذا وہ اسی شش و پنج میں رہے کہ موسیٰؑ سے اس مچھلی کا تذکرہ کریں یا نہ کریں۔ ایک رائے کے مطابق جب موسیٰؑ نے انہیں مچھلی کا خیال رکھنے کی ہدایت کی تو انہوں نے کہا کہ آپ بے فکر رہیں یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ایک مقام پر رک کر آپ نے یوشع بن نون سے کھانا طلب کیا۔ ایک دن اور رات کے سفر کے بعد تھکاوٹ اور بھوک محسوس ہوئی۔ پہلے آپ تھکے نہیں تھے لیکن منزل سے آگے نکل جانے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس کی۔ عام مشاہدے کی بات ہے کہ منزل پر پہنچنے کے بعد ہی تھکاوٹ کا احساس ہوتا ہے چاہے منزل دور ہو یا نزدیک، کٹھن ہو یا آسان۔ جس جگہ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات ہوئی اس کے بارے میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ اگرچہ کچھ اشارات ہیں، جس کی بنا پر مفسرین نے مختلف آراء اختیار کی ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

☆ اس سے مراد بحیرہ روم اور خلیج فارس ہیں جو باہم ملتے تو نہیں۔ شاید ملنے سے مراد ان کے درمیان کم ترین فاصلے کی جگہ ہے۔

☆ یہ عراق کے مشہور دریا دجلہ اور فرات ہیں جن کے سنگم پر یہ ملاقات ہوئی۔

☆ یہ جگہ بحیرہ روم اور بحیرہ قلزم کے درمیان ہے۔ ان دونوں کے درمیان صحرائے سینا واقع ہے۔

☆ بحیرہ قلزم کی دو شاخیں خلیج عقبہ اور خلیج سویز ہیں۔ یہ جگہ ان دونوں خلیجوں کے باہم ملنے کی ہوسکتی ہے۔ ان کے اوپر صحرائے سینا واقع ہے جہاں بنی اسرائیل خروج کے بعد چلتے پھرتے رہے۔ حضرت موسیٰؑ کے حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے بنی اسرائیل نے جب جہاد کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسی صحرائے سینا کے اندر انہیں چالیس برس تک بھٹکا دیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اسی علاقے میں اپنی قوم کے ساتھ ایک طویل مدت گزاری ہے۔ ☆ یہ سفر سوڈان کی طرف تھا جو

کہ مصر کے جنوب میں واقع ہے۔ دریائے نیل کی دوشاخیں نیل الابیض اور نیل الازرق ہیں۔ یہ دونوں دریا سوڈان کی طرف سے مصر میں داخل ہوتے ہیں۔ ان کے ملنے کا مقام سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کے قریب ہے۔ ایک رائے ہے کہ اسی جگہ پر ملاقات ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی پوری زندگی جن علاقوں میں گزاری ہے ان میں اس مقام کے علاوہ کوئی مجمع البحرین نہیں ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مصر سے ہجرت کرنے سے پہلے کا ہے کیوں کہ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضرت موسیٰؑ دوبارہ مصر تشریف لے گئے ہوں۔ واللہ اعلم

☆ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ نہ دنیاوی مال و اسباب بھروسے کے قابل ہیں اور نہ کوئی تعلق اور رشتہ داری۔ مزید برآں اپنی قوت بازو، منصوبہ بندی اور صلاحیتیوں پر بھروسہ ہمیشہ انسان کے لیے شرمندگی و ندامت کا باعث بنتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ پر ہی سارا توکل اور بھروسہ کیا جائے اور اسی سے ساری امیدیں وابستہ کی جائیں۔ اسباب و وسائل کو اختیار تو کیا جائے لیکن ان سے امیدیں وابستہ نہ کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی سرپرستی اور سہارے سے بڑھ کوئی شے نہیں ہے۔ باقی ہر شے عارضی اور فانی ہے۔

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

”خادم نے کہا آپ نے دیکھا یہ کیا ہوا؟ جب ہم اس چٹان کے پاس ٹھہرے ہوئے تھے اس وقت مجھے مچھلی کا خیال نہ رہا اور شیطان نے مجھ کو ایسا غافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا۔ مچھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریا میں چلی گئی۔ موسیٰؑ نے کہا اسی کی تو ہمیں تلاش تھی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے نقش قدم پر پھر واپس ہوئے“۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کھانا طلب کرنے پر یوشع بن نون کو مچھلی کا زندہ ہونا اور سمندر میں کودنا یاد آ گیا۔ انہوں نے ڈرتے ہوئے کہا کہ کیا عرض کروں جب ہم نے پہاڑی کے دامن میں رُکے تھے تو مچھلی وہیں زندہ ہو کر سمندر میں کود گئی۔ 'اَرَءَيْتَ'' کے الفاظ سے ان کی جھجک ظاہر

ہو رہی ہے۔ چونکہ بھولنے کا معاملہ عام طور پر شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اس لیے یوشع بن نون نے بھولنے کو شیطان کی طرف منسوب کیا اور نہایت مہذب انداز میں اپنی کوتاہی پر معذرت کا اظہار کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم تھا کہ مچھلی کا زندہ ہونا اس جگہ کی نشان دہی تھی جس کے آس پاس اللہ کے وہ بندے ہوں گے جن سے ملاقات کی خاطر یہ سفر ہو رہا ہے۔ لیکن محسوس ہوتا ہے کہ یہ ملاقات اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان ایک خاص راز تھا جس سے یوشع بن نون بے خبر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے بعد کے مناظر میں دونوں کے ساتھ نظر نہیں آتے۔ چنانچہ باقی سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام اکیلے ہی طے کرتے ہیں اور تینوں واقعات پیش آتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مچھلی کا ہاتھ یا ٹوکری سے پھسل کر سمندر میں چلے جانا تعجب کی بات نہیں ہے۔ یہ تو اس مقام کی نشاندہی ہے جو ہماری منزل تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقام اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی یا رویا کے ذریعے بتا دیا تھا۔ وہیں اللہ تعالیٰ کے اس خاص بندے سے ملاقات ہونی تھی جو ان پر زندگی کے کچھ خاص راز فاش کرے گا۔ یہ سارے کا سارا سفر غیبی معجزات و مشاہدات پر مشتمل ہے اس لیے مچھلی کا زندہ ہونا بھی معجزہ ہے۔ چنانچہ یہ سراغ پاتے ہی آپ الٹے پاؤں اسی جگہ پر واپس آ گئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾

”اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھا اور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ موسیٰؑ نے اس سے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تاکہ آپ مجھے بھی اس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟ اس نے جواب دیا آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ اور جس چیز کی آپ کو خبر نہ ہو اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں“۔

(1) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہاں اللہ کے ایک بندے کو اپنا انتظار کرتے ہوئے پایا۔ ایک

روایت کے مطابق جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو وہ ایک چٹان کے پاس چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔بعض نے ان کا نام ''الیاس'' اور بعض نے ''الیسع'' نقل کیا ہے۔جمہور نے ان کا نام ''خضر'' بتایا ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔قرآن مجید میں ان کا نام نہیں بتایا گیا بلکہ ان کے کچھ اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔رحمت سے مراد بعض مفسرین نے خصوصی انعامات لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کیے تھے۔ان کی رائے میں حضرت خضر علیہ السلام نبی نہیں ہیں۔بعض نے رحمت سے مراد وحی اور نبوت لی ہے۔ان کی رائے میں حضرت خضر نبی ہیں۔وحی کے بغیر اتنے اہم اور نازک کام سرانجام دینا ممکن نہیں ہے اور اس کا اظہار بھی حضرت خضر نے اس واقعہ کے آخر میں کیا ہے۔مزید برآں حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر نبی ہیں۔انہیں حصولِ علم و تربیت کے لیے ایک غیر نبی کے پاس بھیجا جانا ناموزوں سی بات ہے۔اللہ تعالیٰ کا انہیں اپنا بندہ قرار دینا بھی اس حق میں دلیل ہے۔

(2) حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص علم سے نوازا تھا۔ایک علم وہ ہے جو اپنے حواسِ خمسہ کے ذریعے باقاعدہ محنت و مشقت سے سیکھا جاتا ہے جس کے لیے کسی ادارے، استاد اور مربی کی ضرورت ہوتی ہے۔ انسان کو اس کے لیے روپیہ پیسہ، وقت اور صلاحیتیں لگانا پڑتی ہیں۔ یہ ''اکتسابی علم'' (Acquired Knowledge) کہلاتا ہے۔ دوسرا علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ فیض سے خصوصی طور پر کسی کو عطا فرما دے، کسی اشارے یا الہام کے ذریعے آگاہ فرما دے یعنی کسی کے دل میں ڈال دے۔ یہ ''علم لدنی'' (Given Knowledge) ہے جو انہیں عطا ہوا ہے۔دوسری رائے میں اس سے مراد وہ علم ہے جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتہ کے ذریعے حاصل کیا جائے۔تعلیم و تربیت کا یہ خصوصی انتظام انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے کیا جاتا ہے۔

(3) عالم تکوین براہِ راست اللہ تعالیٰ کے کنٹرول میں ہے۔اس عالم کا تعلق غیبی امور سے ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و تدبیر سے چلا رہا ہے۔انسانوں کے سارے معاملات اللہ طے کرتا ہے اور پھر اپنے کارندوں کے ذریعے ان کو نافذ کیا جاتا ہے۔ یہ کارندے عموماً فرشتے ہوتے ہیں جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہیں۔حضرت خضر نبی ہیں یا ولی یا فرشتہ اس سے کوئی فرق

نہیں پڑتا۔ ایسے تمام بندے قضاوقدر کی فوج کے سپاہی ہیں۔ لہٰذا یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جن معاملات کی تنفید کرتے ہیں ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ یہ تکوینی امور ہوتے ہیں۔

(4)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملاقات کے بعد نہایت ادب سے دریافت کیا کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں سکھائیں گے۔ ''رُشــــدا'' کے معنی علم وحکمت کے ہیں لیکن یہاں اس سے مراد وہ خاص علم ہے جو اسرارِ کائنات سے متعلق ہے۔ یہ علم حضرت خضرؑ کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا۔ اسے تکوینی علم بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے سمندر سے پانی پیتی چڑیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ کے علم کے مقابلے میں مخلوقات کا علم ایسا ہے جیسے سمندر کے پانی کے مقابلے میں چڑیا کے منہ کا پانی۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔ حضرت خضرؑ نے حضرت موسیٰ کے مزاج کا اندازہ کر لیا ہوگا یا انہیں حضرت موسیٰ کے نبی ہونے کا علم ہوگا جس کی بنا پر وہ سمجھ گئے کہ میرا اور ان کا ساتھ زیادہ دیر تک چل نہیں سکے گا۔ ان کا علم انسانوں کا علم نہ تھا بلکہ اس کا تعلق علم لدنی یعنی کائنات کے تکوینی انتظامات کے ساتھ تھا۔ یہ ان غیبی امور کا حصہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو خاص مصلحت کے تحت سکھایا تھا۔

☆ حصولِ علم کے لیے عاجزی، معلم ومربی کا ادب واحترام، سیکھنے کا شوق وجذبہ اور ایثار و قربانی ضروری ہے۔ یہ اوصاف آج ناپید ہیں جس کے باعث ہم حقیقی علم سے کوسوں دور ہوتے جا رہے ہیں۔ مادیت پرستی اور حرص وہوس نے تعلیم وتعلّم کو بھی کھوکھلا اور بے روح کر دیا ہے۔ طلباء میں اگر شوق وادب کی کمی ہے تو اساتذہ میں بھی خلوص وایثار مطلوبہ معیار سے کم ہے۔ طالب علمانہ رویے کی کمی ہے تو معلمانہ رویہ بھی زوال پذیر ہے۔ الا ماشاء اللہ

قَالَ سَتَجِدُنِيٓ إِن شَآءَ ٱللَّهُ صَابِرًا وَلَآ أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ ٱتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْـَٔلْنِي عَن شَيْءٍ حَتَّىٰٓ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿٧٠﴾

''موسیٰؑ نے کہا ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا۔ اس نے کہا اچھا، اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں''۔

(1)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر اور اطاعت کا وعدہ کرتے ہیں اور اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ سے

مدد کی امید کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو وعدہ کرتے وقت یہ تصور بھی نہ ہوگا کہ ایسے مقرب ومقبول بندے سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو خلاف شریعت ہو۔ اس لیے انہوں نے ان شاء اللہ کہہ دیا۔ ورنہ ایک قطعی وعدہ خلافی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر کرنے پر تو ان شاء اللہ کہہ دیا لیکن نافرمانی نہ کرنے پر نہیں کہا۔ آپ سے صبر کے معاملے میں تو وعدہ خلافی نہیں ہوئی تاہم نافرمانی کے معاملے میں ہوگئی۔ چنانچہ حضرت خضرؑ نے تاکید کی کہ اگر کوئی بات ناحق نظر آئے تو مجھ سے فوراً اس کی بازپرس نہ کریں۔

(2)۔ اس قصہ میں مذکور تینوں واقعات کو سمجھنے کے لیے ایک بات مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ اس کائنات کا نظام تکوینی ہے نہ کہ تشریعی۔ ان احکام کی تنفیذ کے لیے فرشتے مقرر ہیں۔ ان تکوینی احکام کی تعمیل کے نتیجے میں جو واقعات رونما ہوتے ہیں ہم ان کے صرف ظاہری پہلوؤں کو دیکھ سکتے ہیں۔ کس واقعہ میں کیا حکمت اور مشیت پوشیدہ ہے ہم اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ہم اپنی کم علمی اور ظاہر بینی کی وجہ سے کسی کام کے اچھا یا برا سمجھنے میں اکثر غلطی کرتے ہیں۔

☆ حصول علم کے لیے صبر، عاجزی اور فرماں برداری کا جذبہ ضروری ہے۔ یہ ایک شاگرد کے ناگزیر اوصاف ہیں۔ ان اوصاف کے بغیر تحصیل علم کی منازل اول تو طے نہیں کی جاسکتیں۔ اگر یہ منازل طے ہو بھی جائیں تو یہ نافع علم نہیں بنتا صرف معلومات اور ڈگری تک محدود رہتا ہے۔

☆ ہر رونما ہونے والے واقعے کی حکمت کو جاننا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ تاہم اگر اللہ تعالیٰ کی رضا میں راضی رہا جائے تو صبر کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور ظاہر کے دھوکے سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ مزید برآں اس طرز عمل سے دلی اطمینان کی کیفیت بھی نصیب ہو جاتی ہے۔

(جاری ہے)

دو روزے

مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
کی ایک تقریر

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡم

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِيۡ وَ رَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا

میرے بھائیو! سب سے پہلے تو آپ کو رمضان المبارک کی سعادت ملنے اور رمضان المبارک میں روزے رکھنے اور اس کام کے لیے توفیقِ الٰہی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ یہ معمولی نعمت نہیں ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے بڑے وعدے فرمائے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی بشارتیں سنائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مَنۡ صَامَ رَمَضَانَ اِيۡمَانًا وَ احۡتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِهٖ“ کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اللہ کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے اور اس کے اجر و ثواب کی لالچ میں، تو اس کے سب پچھلے گناہ معاف ہوگئے۔ اور یہ بظاہر آخری جمعہ ہے، جمعۃ الوداع ہے۔ اس کے بعد جو روزے باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور شب قدر کی دولت و نعمت بھی عطا فرمائے، ہماری اور آپ کی عاجزانہ دعاؤں کو اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، جو اس مہینہ میں کی گئیں۔

اب میں آپ کے سامنے بظاہر ایک نئی بات کہنے والا ہوں، لیکن وہ نئی بات نہیں ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ماخوذ ہے، اور قرآن مجید پر مبنی ہے لیکن بہت سے بھائیوں کے لیے نئی ہوگی، اور نئی چیز کی ذرا قدر ہوتی ہے اور اس سے آدمی کا ذہن ذرا تازہ، بیدار اور متوجہ

ہوجاتا ہے۔وہ نئی بات یہ ہے: ’’روزے دو طرح کے ہیں، ایک چھوٹا روزہ ایک بڑا روزہ‘‘۔

چھوٹے روزے کی تحقیر مقصود نہیں، صرف زمانی اور وقتی لحاظ سے کہہ رہا ہوں۔ چھوٹا روزہ کتنا ہی بڑا ہو، 13 گھنٹہ، 14 گھنٹہ کا روزہ ہوگا، بعض ملکوں میں جہاں دن اس زمانہ میں بڑا ہوتا ہے اس سے کچھ زیادہ۔ یہ وہ روزہ ہے جو بلوغ پر مسلمان پر فرض ہوجاتا ہے، وہ صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب تک قائم رہتا ہے۔اس روزہ کا ایک قانونی ضابطہ اور اس کے کچھ شرعی احکام ہیں جو آپ کو معلوم ہیں۔آپ جانتے ہیں کہ اس روزہ میں آدمی کھا پی نہیں سکتا اور ان تعلقات و معاملات کا لطف نہیں حاصل کرسکتا جن کی اور دنوں میں اجازت ہے۔ یہ روزہ چاہے 29 دن کا ہو یا 30 دن کا، اس میں محدود پابندیاں ہیں۔رمضان کے اس روزے سے لوگ واقف اور اس کے قوانین واحکام پر عامل ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ غور کریں کہ اس روزے کے علاوہ اور کون سا روزہ ہے جو اپنے وقت اور رقبہ میں اس سے بڑا ہے، گرمی کے روزے اور بڑے ہوتے ہیں اور اس روزے کے علاوہ اور کون سا بڑا روزہ ہوگا، کیا شش عید کا روزہ بتانے والا ہوں، یا پندرھوں شعبان کا؟ کون سا روزہ بتانے والا ہوں۔

بڑا روزہ ہے: اسلام کا روزہ! اسلام خود ایک روزہ ہے اور یہ سب روزے اور عیدین بھی، بلکہ روزہ، نماز یہاں تک جنت بھی، جو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا، وہ سب اس کے طفیل ہی ہے۔اصل بڑا روزہ، اسلام کا روزہ ہے۔وہ کب ختم ہوتا ہے، کب شروع ہوتا ہے، یہ بھی سن لیجیے۔

جو خوش قسمت انسان مسلمان گھر میں پیدا ہوا اور وہ شروع سے کلمہ گو ہے، اس پر بلوغ کے بعد ہی یہ طویل مسلسل روزہ فرض ہوجاتا ہے اور جو اسلام لائے، کلمہ پڑھے، یہ روزہ اس پر اسلام قبول کرنے کے وقت سے شروع ہوتا ہے۔

اور یہ روزہ کب ختم ہوگا، یہ بھی سن لیجیے۔رمضان کا روزہ اور نفلی روزہ تو غروبِ آفتاب پر ختم ہوجاتا ہے، مگر اسلام کا یہ روزہ تو آفتابِ عمر کے غروب ہونے پر ختم ہوگا۔

رمضان کے روزہ و نفلی روزہ کا افطار کیا ہے۔آپ عمدہ سے عمدہ مشروب اور لذیذ سے لذیذ غذا سے افطار کرسکتے ہیں۔زیادہ مشروبات اور ماکولات کا نام سن کر آپ کے منہ میں پانی آجائے گا اور شوق پیدا ہوجائے گا، اس لیے میں ان کا نام نہیں لیتا۔وہ روزہ زمزم سے کھلتا ہے، وہ

روزہ ٹھنڈے پانی سے کھلتا ہے، یا دوسرے مشروبات سے یا کھجور وغیرہ سے کھلتا ہے۔ اور زندگی کا یہ طویل و مسلسل روزہ کس سے کھلے گا؟ حضرت محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین، شفیع المذنبین، سید المرسلین ﷺ کے دست مبارک سے جام طہور، جام کوثر سے کھلے گا۔ اگر وہ روزہ پکا ہے اور آپ نے اس روزے کی شرائط پورے کر دی ہیں اور محض اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کے فضل سے ہم دنیا سے کلمہ پڑھتے ہوئے گئے، ہماری روح اس حال میں نکلی کہ ہماری زبان پر کلمہ تھا اور ہم ''لا اِلٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ'' کہہ رہے تھے، ہمارے دل میں نورِ ایمان تھا، ہمارے دماغ میں اللہ سے ملاقات اور حضور ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کا شوق تھا، تو وہ روزہ اس وقت ختم ہوتا ہے۔ اس کا افطار کیا ہے اس کی ضیافت کیا ہے؟ وہ ہے جس ضیافت پر آدمی اپنی جان دے دے...... اور اللہ کے بندوں نے جان دی ہے۔ سیکڑوں اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں نے اس شوق میں جان دی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کا دیدار نصیب ہو، اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے ہم جب ہوں تو وہ ہم سے خوش ہوں، راضی ہوں۔ جہاد کے واقعات، غزوات اور جنگوں کے واقعات پڑھیے۔ لوگوں نے خوشی خوشی جانیں دیں، بلکہ ایسا شوق تھا کہ ایک بچہ اُحد کی جنگ کے موقع پر آیا، اس نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی جہاد کرنے کی اجازت دیجیے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ابھی تم چھوٹے ہو۔ اس نے کہا: نہیں چھوٹا نہیں، میں لڑ سکتا ہوں۔ اس نے بڑی خوشامد کی، کسی نے سفارش بھی کی تو آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ دوسرے صاحبزادے آئے جو ذرا چھوٹے تھے، کہنے لگے: آپ ﷺ نے انھیں اجازت دی تھی، مجھے بھی اجازت دے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم ابھی بچے ہو۔ اس نے عرض کیا: آپ ﷺ ہماری کشتی کرا کر دیکھ لیجیے۔ اگر میں اس کو پچھاڑ دوں تو مجھ کو اجازت دے دیجیے۔ یہ بچوں کا شوق تھا، کشتی ہوئی، اس نے واقعی پچھاڑ دیا اور آپ ﷺ نے ان کو بھی اجازت دے دی اور وہ شہید بھی ہوئے۔ دونوں بھائیوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہمیں ابوجہل کو دکھائیے، ہم نے سنا ہے کہ اس نے رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، میں یہ شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، ابوجہل کے بتانے پر دونوں لپک پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا۔

اس چھوٹے روزہ کا حکم اور اس کی پابندیاں سب کو معلوم ہیں۔ سب روزہ دار کھانے

پینے سے اور ان تمام چیزوں سے بچتے ہیں جو ممنوع ہیں، لیکن اس بڑے روزہ کا خیال بہت کم لوگوں کو ہے حالانکہ یہ روزہ ہم لوگوں کو اس بڑے روزہ کے طفیل ہی ملا ہے، اس بڑے روزہ کی برکت سے ملا ہے، یوں سمجھئے کہ اس بڑے روزہ کے انعام میں ملا ہے، اور عید بھی اسی روزے کے طفیل میں ملی ہے۔ اگر اسلام نہ ہوتا تو نہ نماز ہوتی، نہ روزہ ہوتا اور دیکھ لیجیے جہاں اسلام نہیں، وہاں نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ کلمہ ہے، نہ اللہ پر یقین ہے، نہ اس کے واحد ہونے کا یقین ہے، نہ حشر کا نہ روز قیامت کا، نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا، یہ سب دولت ایمان ہم کو اسلام کے طفیل ملی ہے۔ ہم گنا بھی نہیں سکتے کہ کیا کیا دولتیں ہم کو اسلام کے طفیل میں ملی ہیں۔ اسلام کے طفیل میں آدمیت ملی ہے، انسانیت ملی ہے، عزت ملی ہے، طاقت ملی ہے، روحانیت ملی ہے، مرنے کے بعد قیامت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت ملے گی، اس کا تو پوچھنا ہی کیا۔ ”مَا لَا عَیۡنٌ رَأَتۡ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتۡ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلۡبِ بَشَر“ نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گزرا۔ تو اس (طویل و مسلسل) روزے کا لوگوں کو کم خیال آتا ہے۔ اب ہم آپ کو بتاتے ہیں، معلوم نہیں پھر کبھی ہماری آپ کی ملاقات ہو یا نہ ہو اور ہمیں کچھ کہنے سننے کا موقع ملے یا نہ ملے، بڑے کام کی بات آپ سے کہہ رہا ہوں کہ اس روزہ (رمضان کے روزہ یا نفلی) میں پانی پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کھانا کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ روزہ ٹوٹ جائے تو ساٹھ روزے رکھنے چاہئیں، تب ان کی قضا ہوگی، لیکن وہ روزہ جو اسلام کا روزہ ہے اس کا بہت کم لوگوں کو خیال ہے، ہم بتاتے ہیں کہ اس میں کیا کیا چیزیں منع ہیں۔ اس میں کھانے پینے کی محدود چیزیں جو حرام ہیں، منع ہیں۔ اس میں شرک منع ہے۔ اس سب سے بدتر چیز جو اللہ کو ناپسند ہے، وہ یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ قرآن مجید میں صاف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا، باقی جس کو چاہے گا، معاف فرما دے گا۔

شرک کیا ہے، آپ سن لیجیے۔ اس کو سب برا سمجھتے ہیں۔ آپ بھی برا سمجھتے ہوں گے۔ عقیدہ یہ ہے کہ کارخانہ عالم اللہ کا بنایا ہوا ہے اور وہی چلا رہا ہے ”اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَ الۡاَمۡرُ“ اسی کا کام ہے پیدا کرنا، اسی کا کام ہے چلانا، اسی کو مانتے ہیں کہ خالق ارض و سموات اور کائنات

چلانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن بہت سے بھائی ایسے ہیں جن کے دل میں اور کبھی ان کے دماغ میں یہ بات پورے طور سے جذب نہیں ہوتی ہے کہ کائنات کا چلانے والا بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ ایسا سمجھتے ہیں کہ کارخانہ عالم تو اللہ نے بنایا، ''کن فیکون'' کہہ دیا بس بن گئی، لیکن چلانے میں دوسری ہستیاں شریک ہیں، جیسے کوئی بادشاہ اپنی مرضی سے کوئی کام کسی کے سپرد کر دے، کسی کے ذمہ کر دے، بھائی تم خیرات بانٹا کرو، تم دیکھو کھانے پینے کا خیال رکھنا، غلہ پہنچا دو، کچھ پہنچا دو جس کی ضرورت ہو، کوئی بیمار ہو اس کو شفا دے دو، کسی کے اولاد نہیں ہے اس کو اولاد عطا کرو، کوئی کسی مصیبت میں گرفتار ہے اس کی خلاصی کر دو، کس کا مقدمہ جتا دو وغیرہ وغیرہ۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کے ذمہ کچھ کارخانے کر دیے ہیں تو اس میں اللہ کی شان کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی، ان کی قبولیت اور بزرگی کی وجہ سے اور اپنے ارادہ سے سپرد کیا ہے اور جب چاہے گا، لے لے گا۔

لیکن ایسا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا ہی کام ہے پیدا کرنا، اور میرا ہی کام ہے جلانا، اور حکم دینا ''اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ''۔

یہ دنیا تاج محل نہیں ہے کہ شاہجہاں بنا کر چلے گئے، اب اس کے بعد کوئی چاہے دیوار پر کچھ لکھ دے، دھبہ لگا دے، کھونچا لگا دے، کوئی حصہ توڑ دے، وہ کچھ نہیں کر سکتے، ان کے بس میں کچھ نہیں، اور شاہجہاں کیا خواہ بڑے سے بڑا بادشاہ اور حکمراں ہو۔

لیکن وہ کارخانہ یعنی کارخانہ عالم پورے طور سے اسی کے قبضہ اور اختیار میں ہے، وہی خالق کائنات ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور وجود بخشنے والا ہے، اور وہی حکمراں، سیاہ سفید کرنے والا، جلانے مارنے والا، روزی اور اولاد دینے والا ہے۔ ''اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَن يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنَ''۔ اولاد دینا، روزی دینا، قسمت اچھی بری کرنا، ہرانا جتانا، اور کسی کو عزت دینا، کسی کی آئی ہوئی بلا کو ٹال دینا، یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے اور ہمیشہ سے ہمیشہ رہے گا۔ اس دنیا کا ایک پتہ بھی اور ایک ذرہ بھی اس کے حکم کے بغیر ہل نہیں سکتا، پوری باگ ڈور عنان حکومت اور کنجی اس کے ہاتھ میں ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ توحید کامل ہونی چاہیے۔ اولاد وہی دے سکتا ہے، روزی وہی

دے سکتا ہے، عزت وہی دے سکتا ہے، جلانا مارنا اسی کا کام ہے، یہ نہ کسی ولی کے قبضہ میں ہے، نہ کسی قطب کے قبضہ میں ہے، نہ کسی غوث کے قبضہ میں ہے، نہ کسی ابدال کے قبضہ میں ہے۔ ایک بات یہاں سے لے کر جائیے۔ پہلے عقیدۂ توحید کو جانچیے کہ آپ اللہ ہی کو مسبّب الاسباب سمجھتے ہیں اور خالق ورازق سمجھتے ہیں۔

ایک بات تو یہ، اور اس کے بعد دوسری بات، قیامت کا یقین وآخرت کا یقین ہے اور اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کو آخری پیغمبر ماننا، خاتم النّبیین، سید المرسلین، شفیع المذنبین کا محبوب رب العالمین ماننا، اور یہ ماننا کہ شریعت انھی کی چل رہی ہے اور قیامت تک چلے گی، اور آخرت میں کام آئے گی۔ قیامت تک اور کسی کی شریعت نہیں چلے گی۔ اگر کوئی آپ ﷺ کے بعد نئی شریعت لے کر آئے تو وہ کذاب اور دجال ہے، ملحد ہے، دین کا باغی ہے، اور واجب القتل ہے۔ شریعت شریعتِ محمدی ﷺ ہے اور وہی قیامت تک چلے گی اور ہر جگہ چلے گی۔ اس پر جو چلے گا وہی فلاح یاب ہوگا، اور سرخرو ہوگا۔

آپ ﷺ حبیب خدا ہیں، جو آپ ﷺ سے محبت کرے خدا اس سے محبت کرتا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا یومن احدکم حتٰی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین“ (تم میں سے کوئی مومن نہیں جب تک کہ میں اسے اپنے باپ سے، بیٹے سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں)۔ یہ مرتبہ اور کسی بزرگ، ولی کیا چیز، کسی نبی اور رسول کو بھی نہیں ملا۔ یہ مرتبہ خدا نے آپ ﷺ کے لیے رکھا تھا، ایک تو یہ کہ آپ پر ایمان بھی ہو، عقیدہ بھی ہو، محبت بھی ہو، اور شفاعت کا شوق بھی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ میں شریعت پر چلنے کا اہتمام بھی ہو، آپ پوچھیں، آپ کے اندر جذبہ اور جستجو اس بات کی پیدا ہو کہ مسئلہ بتائیے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں میں یہ بات پورے طور پر نہیں ہے۔ شادی بیاہ کس طریقہ پر ہو، حضور ﷺ اور صحابہؓ کا کیا طریقہ کار تھا، خوشی کا اظہار اور غم کا اظہار بھی شریعت وسنت کے مطابق ہونا چاہیے۔ ماتم کرنا، گانا بجانا، یہ تزک واحتشام، دھوم دھام اور شادیوں میں وہ سب کام کرنا، چاہے سود لے کر اور زمینیں بیچ کر، رشوت لے کر ہو، بس جس سے نام ہو، ہماری حیثیت عرفی بلند ہو، لوگوں میں اونچے سمجھے جائیں، اور یہ جہیز کا مطالبہ اور نہ دینے پر نازیبا سلوک، کہ گردن شرم سے جھک جائے،

کیسی بری بات ہے۔ یہ سب شریعت کے خلاف ہے، اللہ کو ناپسند ہے۔ ان سب باتوں میں ہم شریعت کے پابند ہیں، صرف نماز و روزہ میں ہی پابند نہیں ہیں بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں پابند ہیں۔ ہر چیز میں ہمارے لیے نمونہ، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه" (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔ (آل عمران: 31)

تو ایک بات یہ ہے کہ شریعت اسلامی پر عمل ہو اور شریعت کو آپ سمجھیں کہ وہ پوری زندگی میں نافذ ہے، پوری زندگی پر اس کا سایہ ہے، پوری زندگی اس کے ماتحت ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ بس نماز و روزہ شریعت کے مطابق ہوں، اس کے لیے مسئلہ پوچھیں، اور نکاح و طلاق، تجارت اور کاروبار میں آزاد ہیں، لاٹری بھی چل رہی ہے، جوا بھی چل رہا ہے، ٹیلی ویژن بھی دن رات چل رہا ہے۔ (جو لہو الحدیث کی بہترین تشریح ہے) اسراف اور فضول خرچی بھی چل رہی ہے، نمود و نمائش بھی جاری ہے، ہمسایہ قوم کی نقالی بھی چل رہی ہے۔

ایک بات تو یہ ہے کہ اس کے بعد روزہ میں جیسے غیبت منع ہے، ایسے ہی اس روزہ میں بھی غیبت منع ہے۔ اسی طرح جھوٹ بولنا، فحش بکنا، رشوت لینا اور رشوت دینا، سود خوری، اسراف اور فضول خرچی ممنوع ہے۔ تو آپ یہ سمجھ کر جائیں روزہ کے بعد ہم آزاد ہیں، ہرگز نہیں، ہم آزاد نہیں ہیں، وہ روزہ برابر چلتا رہے گا، وہ روزہ اب بھی ہے بلکہ وہ اس روزہ پر بھی سایہ فگن ہے، اور یہ روزہ اس روزہ کا جزو ہے جو آپ رکھ رہے ہیں۔ وہ روزہ چلتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے ہمارا خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ یہی سب سے بڑی چیز اور تمنا کرنے کی ہے، بلکہ جس کے لیے جان کی بازی بھی لگا دینا چاہیے۔ ہماری آزادی، غریبی، مفلسی، دوستی، دشمنی، کامیابی اور ناکامی، یہ سب گزر جائے گی، بس خاتمہ ایمان پر فرمائے۔ اولیاء اللہ کو اس کی بڑی فکر تھی، ان کے حالات پڑھیے، جن کا نام لینے سے ایمان تازہ ہوتا ہے۔ ان کو یہ فکر ہوتی تھی، بلکہ دوسروں سے دعا کراتے تھے، کہ خاتمہ بخیر ہو۔ سب کے دل کو یہ لگی ہوئی تھی، اور اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بخیر فرمایا، ان کا ذکر خیر باقی رکھا۔

رمضان ختم ہونے کے بعد آپ یہ نہ سمجھیں کہ چھٹی ہوگئی اب ہم آزاد ہیں جو چاہیں

کریں۔ ہرگز ایسا نہیں، آپ آزاد بالکل نہیں ہیں۔آپ کے گلے میں اسلام کا طوق پڑا ہوا ہے۔ آپ کی تختی، آپ کے شناختی کارڈ پر لکھا ہے کہ آپ مسلمان ہیں۔اللہ تعالیٰ کے یہاں اس روز کا حساب ہوگا اور اس روزہ کا بھی حساب و کتاب ہوگا۔

ہم نے آپ کے سامنے آیت پڑھی: ''اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا'' میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کردیا۔ چاہے کوئی تبدیلی لانا چاہے، سلطنت کہے، بادشاہ کہے، کہ ایسا کرو اور ویسا کرو، بڑے سے بڑا مسلمان اور علم کا دعویٰ کرنے والا کہے، کچھ ہونے کو نہیں۔ جو چیز حرام ہے، قیامت تک حرام رہے گی۔ دنیا میں کسی کو یہ اجازت نہیں اور نہ اس کی مجال ہے کہ اس میں ترمیم کرے۔شریعت میں اب کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی۔ وہ چیزیں جو حرام ہیں، حرام ہی رہیں گی۔

یہاں سے آپ ارادہ کرکے جایئے کہ اگر کسی کی جائیداد آپ کے قبضہ میں ہے اور آپ کی نہیں ہے تو اس روزہ کا تقاضا ہے کہ آپ اس جائیداد کو چھوڑ دیں، اللہ تعالیٰ اس پر بڑا خوش ہوگا، آپ اللہ کے خوف سے ایسا کریں اور کہیں کہ لو اپنی جائیداد، اپنا ترکہ یہ تمھیں مبارک ہو، اب ہم نے توبہ کی ہے تم جھوٹ بولنا، جھوٹی گواہی دینا، دل آزاری کرنا، گالی بکنا، ناجائز، حرام ذرائع آمدنی، رشوت وغیرہ جن سے پیسے ملتے ہیں، حرام ہی ہیں اور قیامت تک ناجائز ہی رہیں گی، اسی طرح سود ہے کہ بعض لوگ اس دورِ پرفتن میں اس کے جواز کی شکلیں نکال رہے ہیں، کس قدر افسوسناک بات ہے جس چیز کو شریعت و دین نے حرام قرار دے دیا، قیامت تک حرام ہی رہے گی۔

کوشش یہ کیجیے کہ آپ کا روزہ صحیح طریقہ پر اس کا افطار ہو، شاہ غلام علی صاحب، مجددی، دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے کبار مشائخ میں تھے۔نواب میر خاں نے جوان کے مرید تھے، ارادہ کیا جب انھوں نے سنا کہ حضرت کے یہاں پانسو پانسو آدمی رہتے ہیں اور کھانا کھاتے ہیں اور آپ ہی کو ان کی ضروریات پوری کرنا پڑتی ہیں۔کوئی آمدنی نہیں، کوئی جائیداد نہیں تو انھوں نے ایک بڑی رقم پیش کرنا چاہی اور کہا کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں، فرمایا کہ فقیر نے روزہ رکھا تھا اور جب آفتاب ڈوبنے لگے تو کوئی روزہ نہیں توڑتا۔اب میرا آفتابِ عمر ڈوبنے کے قریب ہے۔اب کوئی جتنا کہے کہ یہ چیزیں لے لو، یہ دوا کھالو، میں روزہ نہیں کھولوں گا، کہ تمام

دن روزہ رکھا اور اب جب افطار کا وقت قریب ہے تو توڑ دوں‘‘۔

ہر شخص کو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا روزہ ہے، ساری عمر کا روزہ ہے کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، جو چیزیں حرام ہیں، حرام ہیں، غلط ہیں، غلط ہیں، عقیدہ خالص ہونا چاہیے، سمجھ لیجیے، نہ کوئی قسمت بری بھلی بنا سکتا ہے، نہ کوئی آئی ہوئی بلا کو ٹال سکتا ہے، نہ اولاد دے سکتا ہے، نہ نوکری دلا سکتا ہے، کہ آپ کسی اور سے مانگیں، جو کچھ مانگنا ہو، اسی سے مانگیں جو سمیع و مجیب ہے، وہ فرماتا ہے:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اپنے رسول ﷺ سے کہ بندہ تجھ سے میرے بارے میں پوچھے تو کہہ دیجیے کہ میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرے۔ آپ یہاں سے بڑے روزے کا خیال لے کر جائیے خوش ہوئیے، اللہ کا شکر ادا کیجیے، یہ روزہ تو ختم ہو رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اور رمضان نصیب کرے۔ مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، صحت کا اعتبار نہیں، ہاں وہ مسلسل وطویل روزہ رہے گا، وہ روزہ مبارک ہو، اس روزہ کا خیال رکھیے، وہ روزہ نہ توڑیے گا، وہ روزہ اگر ٹوٹا تو سب کچھ ٹوٹ گیا، سب کچھ بگڑ گیا۔

بس یہی دو روزے ہیں، ایک روزہ ہے قریب المیعاد، وہ ہے رمضان کا روزہ اور دن بھر کا روزہ ہے۔ ایک روزہ وہ ہے جو زندگی کے ساتھ رہے گا، اور مسلمان کے لیے جب سے وہ بالغ ہوا، اس دن تک جب تک سانس اور جان میں جان ہے، اور وہ شخص جس نے اسلام قبول کیا اس کا بھی جب تک بدن میں اس کے جان اور روح ہے، اس وقت تک باقی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق دے کہ ہم اس روزے کو برقرار رکھیں، اس روزے کی حفاظت کریں اور قدر کریں اور اس روزے پر جئیں اور مریں۔

ربنا توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

(یہ تقریر 23 رمضان المبارک 1415ھ کو بعد نماز جمعہ مسجد شاہ علم اللہ تکیہ رائے بریلی میں کی گئی۔

مقرر نے خود اس پر نظر ثانی کی ہے)

کیا بائبل پر ایمان لانا ہم پر واجب ہے؟

ساجد محمود انصاری

قرآن حکیم میں ایک سے زائد مقامات پر صراحت ہے کہ امام المرسلین محمد عربی ﷺ کوئی نیا دین لے کرنہیں آئے ، بلکہ یہ بنیادی طور پر وہی پیغامِ توحید ہے جو سب انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ پیغام ہے۔اسی ضمن میں اہل ایمان پر سابقہ کتب سماویہ پر اجمالی طور پر ایمان لانے کو واجب ولازم قرار دیا گیا ہے، جو کہ ارکانِ ایمان میں سے ایک رکن ہے۔قرآن میں جن سابقہ کتب سماویہ کا نام صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ تورات، زبوراورانجیل ہیں۔اسی طرح بعض دوسرے انبیاء کے صحائف کی طرف مجمل اشارہ کیا گیا ہے۔تمام اہلِ اسلام چونکہ ان حقائق سے واقف ہیں اس لیے ہم یہاں ایمان کے اس اہم رکن کے دلائل بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مکلّف نہیں بنایا کہ وہ سابقہ کتب سماویہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوں اور جب تک وہ انہیں تلاش کر کے ان کے تمام مندرجات پر بالتفصیل ایمان نہیں لے آتے ، ان کا ایمان ہی معتبر نہ ہو۔ جان لیجیے کہ ایسا نہیں ہے۔سابقہ کتب سماویہ پر صرف اجمالی ایمان مطلوب ہے،یعنی ان کتب کے بارے میں جو کچھ قرآن حکیم میں بیان کر دیا گیا ہے، صرف اتنا ایمان رکھنا ہی واجب ہے،اس سے زیادہ کا تقاضہ ہم سے نہیں کیا گیا۔اللہ تعالیٰ ہم سے اس سے زیادہ کا تقاضہ کیسے کر سکتے ہیں جبکہ سابقہ کتب سماویہ تاریخ کی گرد میں گم ہو چکی ہیں،جن کا اصل مُنزّل مِنَ اللہ متن، ان پر بالتفصیل ایمان رکھنے کا دعویٰ کرنے والوں کے پاس بھی موجود

نہیں۔ایسی صورت میں اہل ایمان سے یہ تقاضہ کیسے کیا جا سکتا ہے کہ وہ ان سابقہ کتب پر بالتفصیل ایمان لائیں؟ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتا۔ جب اصل کتب سماویہ (ماسوائے قرآن) کا سراغ لگانا ہی ممکن نہیں رہا تو ان پر بالتفصیل ایمان کا تقاضہ تکلیف مالا یطاق کے مترادف ہے۔

سابقہ کتب سماویہ پر ایمان کے ضمن میں طلبا کے ذہن میں سوال ابھرتا ہے کہ جس طرح تورات، زبور اور انجیل پر ایمان لانا واجب ہے، کیا اسی طرح بائبل پر ایمان لانا بھی ضروری ہے؟ اس سوال کا جواب جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ بائبل کیا ہے؟ یہ کب اور کیسے ارقام پذیر ہوئی؟ نیز یہ کہ خود یہود و نصاریٰ کا بائبل کے بارے میں کیا اعتقاد ہے؟

باوجود اس کے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات مرقوم الواح (تختیوں) کی شکل میں عطا کی گئی تھی، مگر بنی اسرائیل کی اکثریت کے ناخواندہ ہونے کی وجہ سے عوام میں بائبل کی زبانی روایت ہی چلتی تھی۔ بنی اسرائیل کے مذہبی پیشواؤں نے تورات لکھنے اور پڑھنے کے حقوق اپنے لیے مخصوص کر لیے تھے۔۔عوام کو تورات کے نسخے اپنے پاس رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔ (The Great Assembly (jewishvirtuallibrary.org) لہٰذا ان پیشواؤں نے اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر تورات میں بہت زیادہ ردوبدل کیا، جس سے عوام بے خبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہودی مذہبی پیشواؤں کے اس طرزِ عمل پر سختی سے گرفت کی ہے کہ وہ اپنی طرف سے کوئی کتاب لکھتے اور اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرار دے دیتے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمِنۡهُمۡ اُمِّيُّوۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ الۡكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِىَّ وَاِنۡ هُمۡ اِلَّا يَظُنُّوۡنَ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ (البقرۃ:78-79)

''اور ان میں سے بہت سے لوگ اَن پڑھ ہیں جو کتاب (تورات) کا علم تو رکھتے نہیں، البتہ کچھ آرزوئیں پکائے بیٹھے ہیں، اور ان کا کام بس یہ ہے کہ وہم و گمان باندھتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تباہی ہے ان لوگوں کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں،

پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی آمدنی کما لیں۔ پس تباہی ہے ان لوگوں پر اس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی، اور تباہی ہے ان پر اس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں''۔

یہودی پیشواؤں کے اس طرزِ عمل کی وجہ سے ایسی بہت سی کتابیں وجود میں آ گئیں جن کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا تھا کہ وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی تھیں۔ یوں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے چند صدیوں بعد ہی یہ فیصلہ کرنا ناممکن ہو گیا کہ اصل تورات کونسی ہے؟ ہاں تورات کے چند احکام ایسے ضرور باقی تھے، جن کے منزل من اللہ ہونے کے بارے میں سب پیشواؤں کا اتفاق تھا۔ مگر اصل تورات کے گم ہو جانے کی وجہ سے یہودی شدید افتراق و انتشار کا شکار تھے۔ تا آنکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے دین کی تجدید کے لیے مبعوث کیے گئے، مگر بنی اسرائیل کی اکثریت نے ان کو جھٹلا دیا۔ یہاں تک کہ انہیں قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آخر انہوں نے بادشاہ وقت کے دربار میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سیدنا موسی علیہ السلام کے مذہب سے بغاوت کی شکایت کر دی۔ بادشاہ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر لٹکانے کا حکم صادر کیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام روپوش ہو گئے۔ ایک ایسے شخص کو عیسیٰ سمجھ کر سولی دے دی گئی جس کی شکل ان سے ملتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو زبانی ہی انجیل سکھائی تھی۔ بادشاہ کے عتاب سے بچنے کے لیے یہ حواری بھی ادھر ادھر روپوش ہو گئے تھے۔ بعد ازاں انہی حواریوں میں سے بعض پڑھے لکھے حواریوں نے اپنی اپنی یادداشت سے انجیل لکھی۔ دو چار انسان جب اپنے حافظے سے کوئی کتاب لکھتے ہیں تو فطری طور پر ان میں کچھ اختلافات واقع ہو جاتے ہیں۔ انجیل کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ ان حواریوں کی لکھی ہوئی انجیل اگرچہ اصل انجیل ہی تھی مگر اس کے نسخوں میں اختلافات تھے۔ چونکہ اپنی ابتدائی صدیوں میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات زیادہ تیزی سے نہ پھیل سکی تھیں، اس لیے بہت کم لوگ عیسوی تعلیمات سے روشناس تھے۔ جب یہ لوگ راہی ملک عدم ہوئے تو انجیل کی اصل تعلیمات بھی تاریخ کی گرد میں گم ہونے لگیں۔ لکھنے پڑھنے کا رواج نہ ہونے کی وجہ سے حواریوں کی لکھی ہوئی انجیل بھی بہت جلد نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یہاں تک کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے ساڑھے تین سو

سال بعد تقریباً 367 عیسوی میں ایک عیسائی راہب نے موجودہ بائبل ترتیب دی۔ (How were the books of the Bible chosen? - Biblica - The International Bible Society)

انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی نے اپنی مشہور زمانہ ویب سائٹ بائبلیکا کے صفحے پر بائبل کی جمع وتدوین کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے۔ جس سے اوپر بیان کیے گئے واقعات کی مکمل تصدیق ہوجاتی ہے۔ بائبل کے بارے میں ذہن نشین کرلیں کہ یہ اصلاً عیسائیوں کی مقدس کتاب ہے، تاہم اس میں یہودیوں کی بعض مقدس کتابیں بھی شامل کی گئی ہیں۔ بائبل کے دو حصے ہیں: پہلا حصہ عہد نامہ قدیم (اولڈ ٹیسٹامنٹ) اور دوسرا حصہ عہد نامہ جدید (نیو ٹیسٹامنٹ) کہلاتا ہے۔ انٹرنیشنل بائبل سوسائٹی کے مطابق عہد نامہ قدیم 39 مجلّات (اسفار) یا کتابوں پر مشتمل ہے، جن میں سے پہلے پانچ مجلّات کے بارے میں یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ تورات ہے۔ جبکہ عہد نامہ جدید 24 کتابوں کا مجموعہ ہے۔ عیسائیوں کا دعویٰ ہے کہ عہد نامہ قدیم وجدید کے یہ 66 مجلّات خدا کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔ جبکہ یہودی اس دعوے کو قبول نہیں کرتے بلکہ ان کی رائے میں صرف عہد نامہ قدیم ہی خدا کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ (ایضاً)

بائبل کے بارے میں مذکورہ تفصیلات اس انگریزی بائبل کے بارے میں ہیں جو دنیا میں زیادہ تر دستیاب ہے۔ تاہم یہودیوں اور عیسائیوں کے مختلف فرقوں کا بائبل کی کتابوں کی اصل تعداد کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔ قدیم عبرانی بائبل (عہد نامہ قدیم) جس کا صرف یونانی ترجمہ ہی قدیم صحائف میں دستیاب ہے، اس کے بارے میں مشیا نک یہودیوں کا اعتقاد ہے کہ اس میں صرف 24 کتابیں ہیں، لہٰذا وہ بائبل کے انگریزی ورژن میں موجود عہد نامہ قدیم کی 15 کتابوں کو خدا کا کلام ماننے کے لیے تیار نہیں۔ دوسری طرف عیسائیوں کے تین بڑے فرقے ہیں، یعنی رومن کیتھولک، آرتھوڈاکس اور پروٹیسٹنٹ۔ یہ تینوں فرقے بھی بائبل کی اصل کتابوں کی تعداد کے بارے میں مختلف الرائے ہیں۔ رومن کیتھولک فرقے کے مطابق عہد نامہ قدیم کی 39 نہیں بلکہ 46 کتابیں ہیں۔ اسی طرح رومن کیتھولک بائبل کے عہد نامہ جدید میں 24 کی بجائے 27 کتابیں شامل ہیں۔ غرض خود بائبل کے بارے میں عیسائی فرقوں کا اتفاقِ رائے نہیں ہوسکا۔ عہد نامہ جدید کی ان 27 کتابوں میں سے صرف چار کتابوں کے بارے میں عیسائی فرقوں کا

اتفاق ہوسکا ہے کہ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے چار حواریوں کی لکھی ہوئی اناجیل (گوسپلز) ہیں، یعنی متی (میتھیو)، لوقا (لیوک)، مرقس (مارک) اور یوحنا (جان)۔ (How Many Books Are in the Bible? (christianity.com)

بہت سی ایسی کتابیں بھی تھیں، جنہیں بائبل میں سرے سے شامل ہی نہیں کیا گیا، مگر زمانہ قدیم میں خود عیسائی راہبوں کے نزدیک وہ انجیل شمار ہوتی تھیں، ان میں سب سے مشہور مثال برنباس، ٹامس، جیمز، پیٹر، جوڈی وغیرہ کی لکھی ہوئی اناجیل ہیں۔ (Early Christian Writings: New Testament, Apocrypha, Gnostics, Church Fathers)

اس سے بھی حیرت انگیز معاملہ یہ ہے کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کے جو حقیقی پیروکار تھے، وہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی نصرت کرنے کی وجہ سے ابتدا میں نصاریٰ کہلاتے تھے، جن کے کوائف اسرائیلی روایات میں محفوظ ہیں، مگر حالات کی ستم ظریفی دیکھیے کہ عیسائی انہیں یہودیوں کا ایک فرقہ قرار دیتے ہیں اور یہودی انہیں عیسائیوں کا فرقہ قرار دیتے ہیں۔ اسی لیے اب انہیں پہچان کے لیے جیوش کرسچین بھی کہا جاتا ہے۔ (Nazarene (sect) - Wikipedia) عہد نامہ جدید کی کتاب تماثیل (ایکٹس) باب 24:5 میں نصاریٰ کو ایک گمراہ فرقے کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ (Acts 24:5 NRSV - We have, in fact, found this man a - Bible Gate way)

نصاریٰ درحقیقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کنواری مریم کا بیٹا تسلیم کرتے تھے، اسی طرح ان کا اعتقاد تھا کہ تورات منسوخ نہیں ہوئی بلکہ اس کے احکام جاری وساری ہیں۔ نیز یہ کہ وہ مانتے تھے کہ تورات میں جس مسیحا کے آنے کی بشارت دی گئی ہے وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہی ہیں۔ (CHURCH FATHERS: Letter 75 (Augustine) or 112 (Jerome) (newadvent.org)

نصاریٰ تورات کے علاوہ صرف آرامی انجیل کو مانتے تھے، جبکہ دوسری مزعومہ اناجیل کو وہ کتابِ مقدس ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ لہٰذا انجیل نصاریٰ کو بھی بائبل میں جگہ نہیں مل سکی اور ان کے مذکورہ اعتقادات کی وجہ سے یہود و نصاریٰ دونوں نے انہیں اپنا حصہ ماننے سے انکار کر دیا۔ اگرچہ آہستہ آہستہ نصاریٰ میں بھی بدعات کا اضافہ ہوتا گیا، یہاں تک کہ انہوں نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے کا عقیدہ تسلیم کرلیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں نجران کے عیسائی خود کو نصاریٰ

ہی کہا کرتے تھے، اسی لیے قرآن نے جملہ عیسائیوں کو نصاریٰ کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اگرچہ کرسچین کی اصطلاح اس وقت بھی روم میں مستعمل تھی۔

ان سب حقائق کو جاننے کے بعد کسی ذی شعور شخص کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بائبل کو من وعن خدا کا کلام تسلیم کر سکے۔ یاد رہے کہ اصل تورات عبرانی زبان میں اور اصل انجیل آرامی زبان میں تھی۔ یہ دونوں زبانیں دنیا سے ناپید ہوگئی تھیں۔ اگرچہ یہودیوں نے عبرانی زبان کو دوبارہ زندہ کر کے یونانی زبان میں دستیاب عہد نامہ قدیم کا عبرانی زبان میں ترجمہ کرلیا ہے، تاہم اسے کسی صورت بھی اصل تورات قرار نہیں دیا جاسکتا۔ رہی آرامی زبان تو وہ دنیا سے یکسر ناپید ہو چکی ہے اور ہمارے پاس عبرانی زبان میں انجیل کا کوئی ایک نسخہ بھی موجود نہیں ہے۔ غرض بائبل میں جو کچھ بھی ہے بہرکیف وہ خدا کا اصل کلام نہیں ہے۔ یہ بات کسی تعصب کی بنا پر نہیں کہی جارہی بلکہ خود یورپی ماہرین تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے اعتقاد کے مطابق بھی بائبل میں خدا کے اصل کلام کی تفسیر و تعبیر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ بعینہٖ وہی کلام ہرگز نہیں ہے جو سیدنا موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر نازل ہوا تھا۔ نیز اس میں بے شمار اضافے اور ترامیم کردی گئی ہیں۔

پس سابقہ کتب پر ایمان لانے کا یہ ہرگز مقصود نہیں ہے کہ بائبل کے تمام مندرجات پر من وعن ایمان لایا جائے۔ بلکہ ہمارے نزدیک بائبل پر اجمالی ایمان کو واجب کہنا بھی درست نہیں، کیونکہ نہ تو یہ کلام اللہ ہے اور نہ ہی اس کی سچی تعبیر۔ جمہور علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اگر قرآن حکیم کا صرف انگریزی یا اُردو ترجمہ شائع کیا جائے تو محض ترجمہ کی کتاب کو قرآن یا کلام اللہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ یہ ترجمہ کرنے والے کی تعبیر ہے نہ کہ اصل کلام اللہ۔ جب قرآن کا صرف ترجمہ کلام اللہ نہیں کہلا سکتا تو سابقہ کتب کے تحریف شدہ ترجمے کلام اللہ کیسے تسلیم کیے جاسکتے ہیں؟

سوال یہ ہے کہ پھر بائبل کے بارے میں ہمارا درست رویہ کیا ہونا چاہیے؟ اس سوال کا جواب درج ذیل آیات میں پوشیدہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَـقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَ مُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ فَاحۡكُمۡ بَيۡنَهُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعۡ اَهۡوَآءَهُمۡ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الۡحَـقِّ‌ لِكُلٍّ جَعَلۡنَا مِنۡكُمۡ شِرۡعَةً وَّمِنۡهَاجًا‌ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَـعَلَـكُمۡ

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ
مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ Oوَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَاتَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ
ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ O (المائدہ:48-49)

''اور اے رسول محمد ﷺ! ہم نے آپ پر حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر حاکم و نگہبان ہے۔ لہذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے (آپ پر) نازل کیا ہے، اور جو حق بات آپ کے پاس آ گئی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ تم میں سے ہر ایک (اُمت) کے لیے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بنا دیتا، لیکن (الگ شریعتیں اس لیے دیں) تا کہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ لہٰذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ اور (ہم حکم دیتے ہیں) کہ آپ ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا، اور ان کی اس بات سے بچ کر رہیں کہ وہ آپ کو فتنے میں ڈال کر کسی ایسے حکم سے ہٹا دیں جو اللہ نے آپ پر نازل کیا ہو۔ اس پر اگر وہ منہ موڑیں تو جان رکھو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ اور ان لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں۔

ان آیات کریمہ سے درج ذیل نکات نکھر کر سامنے آجاتے ہیں

1۔ قرآن حکیم سابقہ کتب سماویہ پر حاکم و نگہبان ہے یعنی یہ انہی کتابوں کی تعلیمات کو بالتفصیل پیش کرتا ہے۔

2۔ موجودہ تورات وانجیل چونکہ تحریف شدہ ہیں، اس لیے ان کے صرف وہی مندرجات درست ہیں جن کی قرآن تائید کرتا ہے، وہ مندرجات جو قرآن سے مطابقت نہیں رکھتے وہ درحقیقت تحریف شدہ ہیں۔

3۔ نبی ﷺ کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ وہ اب نہ صرف اہل ایمان بلکہ اہل کتاب کے جھگڑوں کا فیصلہ بھی قرآن کے مطابق فرمائیں گے، ناں کہ ان کی تحریف شدہ کتب کے مطابق۔

4۔ سابقہ تحریف شدہ کتب کے مندرجات اہل ایمان کو قرآنی حقائق کے بارے میں کسی شک شبہ میں نہ ڈالنے پائیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: لَا تَسْأَلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يَهْدُوكُمْ، وَقَدْ ضَلُّوا، فَإِنَّكُمْ إِمَّا أَنْ تُصَدِّقُوا بِبَاطِلٍ أَوْ تُكَذِّبُوا بِحَقٍّ، فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ مُوسٰى حَيًّا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ مَا حَلَّ لَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي (مسند احمد)

سیدنا جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اہل کتاب سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیا کرو، کیونکہ وہ ہرگز تمہاری رہنمائی نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ تو خود گمراہ ہو چکے ہیں، اور اس صورت میں یا تو تم کو باطل کی تصدیق کرنا پڑے گی یا حق کو جھٹلانا پڑے گا، پس بیشک اگر موسیٰ بھی تمہارے اندر زندہ ہوتے تو ان کے لیے حلال نہ ہوتا، مگر میری پیروی کرنا۔

عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ: كَيْفَ تَسْأَلُونَ أَهْلَ الْكِتَابِ عَنْ شَيْءٍ وَكِتَابُكُمُ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحْدَثُ، تَقْرَءُونَهُ مَحْضًا لَمْ يُشَبْ، وَقَدْ حَدَّثَكُمْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ بَدَّلُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَغَيَّرُوهُ، وَكَتَبُوا بِأَيْدِيهِمُ الْكِتَابَ، وَقَالُوا: هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا؟ أَلَا يَنْهَاكُمْ مَا جَاءَكُمْ مِنَ الْعِلْمِ عَنْ مَسْأَلَتِهِمْ؟ لَا وَاللّٰهِ مَا رَأَيْنَا مِنْهُمْ رَجُلًا يَسْأَلُكُمْ عَنِ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكُمْ (صحیح بخاری)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اہل کتاب سے کیسے کسی شے کی بابت پوچھ سکتے ہو؟ جبکہ ابھی تمہاری کتاب مقدس (قرآن) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نئی نئی نازل ہوئی ہے۔تم لوگ اس کی تلاوت کرتے ہو جو کہ بوسیدہ بھی نہیں ہوئی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں بتا چکا ہے کہ اہلِ کتاب نے اللہ کی کتاب میں ردّو بدل کر دیا تھا اور اس میں تحریف کر دی تھی، پھر اپنے جی سے کتاب لکھ کر کہہ دیا کرتے تھے کہ اسے اللہ نے نازل کیا ہے، وہ بھی محض چند سکوں کی خاطر؟ کیا علم وحی جو تم تک پہنچا ہے اس نے ان (اہلِ کتاب) سے کچھ بھی پوچھنے سے منع نہیں کر دیا؟ ارے میں نے تو اہل کتاب میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو تم پر نازل ہونے والی کتاب (قرآن) کے بارے میں تم سے کچھ پوچھتا ہو۔

اللہ اکبر! عظیم لوگوں کی باتیں بھی عظیم ہوتی ہیں۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سورۃ المائدہ کی مذکورہ بالا آیت سے کیا کیا نکات اخذ کیے ہیں، جبکہ دوسری طرف اہل کتاب سے مرعوب لوگ بائبل کے قصیدے پڑھتے نہیں تھکتے۔ بائبل سے اپنے نظریات کشید کرنے والے یہ لوگ عوام الناس کو بھی کھلے عام بائبل پر ایمان لانے اور اس کا مطالعہ کرنے کی پرزور دعوت دیتے نظر آتے ہیں۔بعض نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ قرآن نے بہت سے واقعات کی تفصیل محض اس لیے بیان نہیں کی کہ ان کی تفاصیل بائبل میں پہلے ہی بیان کر دی گئی ہیں۔لہٰذا ان واقعات کی تفصیل بیان کرنا تحصیلِ حاصل ہوتا۔گویا قرآن نے بائبل کی تفاصیل کو درست تسلیم کرتے ہوئے، خود ان واقعات کی تفصیل بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ یہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو نہ تو قرآن وسنت میں کہیں مذکور ہے اور نہ ہی سلف صالحین نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہے۔

ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين و على آله اجمعين

ریموٹ کنٹرول جمہوریت اور ریاستی گدھ

ابو فیصل محمد منظور انور

یورپ کی غلامی پہ رضا مند ہوا تو
مجھ کو تو گلا تجھ سے ہے یورپ سے نہیں

وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کا قیام لاکھوں افراد کی لازوال قربانیوں کا صلہ ہے جس میں ان شہدا کا خون شامل ہے۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے تقریباً ایک سو سال تک اپنی جانی و مالی قربانیاں پیش کر کے یہ خطہ ارضی اس لئے حاصل کیا تھا کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام کا نظام نافذ ہوگا اور قرآن سے حاصل کردہ ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزاریں گے۔ ہمارا طرز زندگی، معاشرت، معیشت، سیاست، رہن سہن، بود و باش سب کچھ عین اسلامی تعلیمات اور ہمارے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نقش قدم پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم کی بدولت اس مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کا معجزہ 27 ویں رمضان المبارک کی رات (لیلۃ القدر) 14 اگست 1947ء کو رونما ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی خواہشات کے مطابق ایک الگ سرزمین عطا فرمائی۔ تاکہ ایک اللہ کو ماننے والے توحید پرست مسلمان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیے گئے اپنے وعدے کے مطابق یہاں کلمہ طیبہ کا نظام جاری کر سکیں۔ تاریخی صفحات گواہ ہیں کہ قائداعظم محمد علی جناح مرحوم نے بڑے کے اعتماد کے ساتھ وعدہ کرتے ہوئے یہ باتیں متعدد بار دہرائی تھیں کہ اس ملک میں قرآن مجید کی تعلیمات پر مبنی ہی نظام حکومت قائم کیا جائے گا۔ مصور و مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال مرحوم کی تقریریں اور تحریریں

بھی گواہ ہیں کہ وہ مسلمانوں کے لئے ایک الگ ملک چاہتے تھے جس میں قرآن مجید کے نظام کی بجائے کسی بھی دوسرے نظام حکومت کی سرے سے گنجائش ہی نہیں ہے مگر ان عظیم رہنماؤں کی رحلت کے بعد اقتدار کے رسیا کچھ لبرل وسیکولر عناصر نے کلمہ طیبہ کے نظام کے نفاذ کے وعدے سے انحراف کرتے ہوئے ملکی اقتدار پر قابض ہو کر من مرضی کے نظام نافذ کر کے ملک چلانا شروع کر دیا جس کی سزا قوم بھگت رہی ہے۔ قرارداد مقاصد ایسی دستاویز جسے ملک کے تمام مکاتب فکر نے متفقہ طور پر منظور کیا تھا، کو پس پشت ڈال کر سرد خانے کی نذر کر دیا گیا اور اسلامی نظام کے نفاذ میں روڑے اٹکائے گئے۔ مغربی جمہوریت سیکولر نظام اپنانے کے نتیجے میں مغربی اور بھارتی ثقافت کو فروغ حاصل ہوا اور ہماری معاشرتی، اسلامی و اخلاقی قدریں شدید متأثر ہوئیں مغربی افکار اور طرز زندگی اپنانے کا رجحان بڑھا اور نظام اسلام کے نفاذ کا خواب ادھورا رہ گیا جو ہنوز تشنہ تکمیل ہے اور سات عشرے گزارنے کے باوجود اس میں نفاذ دین اسلام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔

مغربی جمہوری نظام کا ہی نتیجہ ہے کہ گزشتہ 75 سالوں میں اس نظام کے تحت بر سر اقتدار آنے والی ہر بااثر شخصیت نے ملکی خزانے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹا ہے ملکی وسائل لوٹنے والے کرپشن کنگ، خون خوار درندے اور لٹیرے اب تو کرپشن مافیا کی شکل اختیار کر چکے ہیں جو مختلف طریقوں سے ملکی خزانے پر ہاتھ صاف کر رہے ہیں منصفانہ، غیر جانبدارانہ احتساب نہ ہونے اور حکمرانوں کی ہوس اقتدار و مصلحت کوشی کی پالیسیوں اور احتسابی اداروں کے ذمہ داروں کو رشوت دینے کے باعث ہر دور میں یہ لٹیرے صاف طور پر بچ نکلتے رہے اور پھر پہلے سے زیادہ دیدہ دلیری کے ساتھ آج تک دوبارہ لوٹتے چلے آ رہے ہیں۔ مغربی جمہوریت کو اپنا کر ہم نے کیا حاصل کیا؟ سات عشروں سے بلی اور چوہے کا کھیل جاری ہے جسے عوام کی اکثریت بڑی بے بسی کے ساتھ دیکھ رہی ہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ بدعنوان سیاسی شخصیات، سرکاری افسران، صنعت کاروں، قرضہ خوروں اور دیگر بااثر لٹیروں کی لوٹ مار کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ہر حکمران نے ملکی قدرتی وسائل کی لوٹ مار میں اپنے پیشرو حکمران سے بازی لے کر اس بہتی گنگا میں ہاتھ دھوئے کبھی جمہوریت کی بقا تو کبھی این آر او کے نام پر یا پھر نیب حکام کو رشوت دے کر یا اس سے پلی بارگین کے ذریعے لوٹ شدہ مال کا معمولی حصہ دے کر ملکی دولت کو لوٹا گیا اکثر

حکمرانوں نے ایک دوسرے کی کرپشن کو تحفظ دیا منی لانڈرنگ کی گئی اور کھربوں روپے بیرون ممالک میں بھجوا کر کاروبار کیئے گئے اور جائیدادیں بنائی گئیں۔ غیر ملکی قرضے لے کر نظام مملکت چلانے والے اپنی ہر باری کو آخری باری سمجھ کر لوٹتے رہے ہیں نتیجے میں ملک اربوں ڈالرز کا مقروض ہے بدقسمت عوام غیر ملکی قرضوں کے بوجھ تلے دب چکے ہیں۔ ایک اخباری رپورٹ کے مطابق ہر ایک پاکستانی تقریباً ڈیڑھ لاکھ کا مقروض ہے۔ عوام گزشتہ سات عشروں سے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں احتسابی ادارہ نیب میں مختلف سیاسی و دیگر شخصیات کی اربوں روپوں کی لوٹ مار اور قرضے خوری کی تحقیقات کی اطلاعات نے عام پاکستانیوں کو خوش فہمی میں مبتلا کیے رکھا مگر عوامی خواہشات کے برعکس اس کا نتیجہ صفر ہی نکلا کسی بھی بڑے لٹیرے کو سزا نہ مل سکی ابھی تک یہ لٹیرے کسی نہ کسی طرح اپنے آپ کو بچانے میں کامیاب ہو چکے ہیں۔ تحریک انصاف کی حکومت جو کرپشن ختم کرنے اور کرپٹ عناصر کا احتساب کرنے کے نعرے کے نتیجے میں برسر اقتدار آئی تھی وہ بھی احتساب کو منطقی انجام تک پہنچانے میں ناکام رہی ہے اور احتسابی عمل سست روی کا شکار رہا اور کرپشن کنگ بدمعاش عناصر سازشوں کے ذریعے احتسابی عمل رکوانے کے لیے کوشاں رہے اور اب تو کسی حد تک وہ کامیاب نظر آتے ہیں۔

مادر وطن کو لوٹنے والے اپوزیشن کے لوٹوں لٹیروں پر مبنی 13 جماعتوں کے پی ڈی ایم اتحاد نے وزیر اعظم عمران خان کے خلاف تحریک عدم اعتماد پیش کر دی۔ انہی دنوں مبینہ طور پر ایک غیر ملکی امریکی خط کی بازگشت سامنے آئی جس میں عمران خان کی حکومت کی موجودہ رجیم کو تبدیل کرنے کا انکشاف کیا گیا۔ اس خط پر قومی سلامتی کمیٹی کا اجلاس ہوا جس میں حکومت کے اعلیٰ سول و مسلح افواج کے نمائندوں نے شرکت کی اور خط کے مندرجات پر بحث کی اسے داخلی امور میں مداخلت قرار دیا۔ حکومت نے امریکی حکومت سے احتجاج ریکارڈ کروایا۔ اس دوران اپوزیشن کی جماعتوں نے حکومت گرانے کے لئے جوڑ توڑ شروع کر دیا اور ممبران کی خرید و فروخت کے جو قصے سامنے آئے اس سے سیاسی عناصر کے اخلاقی دیوالیہ پن کی تصدیق ہوتی ہے۔ حکومتی و اپوزیشن کی تمام پارٹیوں کے منتخب ممبران کی خرید و فروخت کا برسر عام دھندہ چلتا رہا۔ اسلام آباد کے سندھ ہاؤس اور میریٹ ہوٹل میں ماضی کے چھانگا مانگا طرز پر ہارس ٹریڈنگ کی اصطلاح کے مطابق

پارٹیوں سے منحرف اراکین اسمبلی کی وفاداریاں تبدیل کروانے کیلئے کروڑوں کی بولیاں لگتی رہیں میڈیا اور سوشل میڈیا پر ان بکنے والے بے حیا لوٹوں لٹیروں کے قصے زبان زد خواص وعام رہے۔ مگر نامعلوم وجوہات کی بنا پر سب متعلقہ ادارے خاموش تماشائی بنے دیکھتے رہے۔ پاکستان کی اعلیٰ عدالت نے نشاندہی کے باوجود فلور کراسنگ کے آرٹیکل 63/A پر کوئی کاروائی نہ کی۔ جس سے فلور کراسنگ کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوئی مختلف پارٹیوں کے ممبران میں اربوں روپوں کی تقسیم کے قصے زبان زد خاص وعام رہے۔ ایک نیوز چینل کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کی عمران خان کی حکومت کو ختم کروانے کیلئے 52 ارب روپے کی فنڈنگ کی گئی۔ قومی اسمبلی کے اجلاس میں پی ڈی ایم اپوزیشن اتحاد کی پیش کردہ تحریک عدم اعتماد کو ڈپٹی سپیکر نے امریکی خط کے تناظر میں یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ یہ غیر ملکی ایجنڈہ ہے اور ملکی سلامتی اور خودداری کے خلاف ہے اور اجلاس ملتوی کر دیا۔ جس پر وزیر اعظم نے قومی اسمبلی تحلیل کرنے اور عام انتخابات کروانے کا اعلان کر دیا اور صدر پاکستان نے بھی اس کی توثیق کر دی تاہم سپریم کورٹ نے اسی روز سوموٹو ایکشن لے لیا اور اس کے پانچ رکنی لارجر بنچ نے ڈپٹی سپیکر قومی اسمبلی کی رولنگ کو خلاف آئین قرار دیکر اس کے نتیجے میں وزیر اعظم کے اسمبلی توڑنے اور نئے الیکشن کرانے کے اقدام کو کالعدم قرار دے کر حکومت کے خلاف تحریک عدم اعتماد کی کارروائی کو مقررہ تاریخ اور وقت پر مکمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ کئی سینئر قانون دان اس عدالتی فیصلے کو قومی اسمبلی کی اندرونی کارروائی کو آئینی شق آرٹیکل 69 کے تحت حاصل تحفظ کی خلاف ورزی قرار دے رہے ہیں جبکہ اس فیصلے کے خلاف حکومتی سیاسی جماعت کے حامیوں کی بڑی تعداد کی طرف سے نا صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک کے چھوٹے بڑے شہروں میں شدید ترین احتجاج شروع ہو گیا۔ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ اربوں کھربوں کی کرپشن میں ملوث ایک سزا یافتہ مجرم کو بیماری کا بہانہ کر کے صرف 50 روپے کے اسٹمپ پیپر پر ضمانت دیکر بیرون ملک فرار کروایا گیا جو اپنے خاندان اور دیگر مفرور ساتھیوں سمیت برطانیہ میں رہائش پذیر ہے اور عدالتوں سے اشتہاری ہے اس کا دوسرا بھائی جو اس کا ضامن ہے اور مبینہ طور پر 16 ارب روپے کی منی لانڈرنگ کیس اور کئی جنسی سیکنڈل میں ملوث ہونے پر عدالتوں میں پیشیاں بھگت رہا ہے، اس کو کرپشن مافیا کے سارے کردار لٹیرے خاندان اور ان کے حواریوں نے اکٹھے ہو کر

پاکستان کا وزیراعظم بنالیا۔ نئے وزیراعظم اوراس کے بیٹے پر منی لانڈنگ کے الزام میں فردجرم عائد ہونے کی کارروائی جاری ہے۔اس کی احتسابِ عدالت میں پیشی کے دن ہی لوٹوں لٹیروں کی اسمبلی میں اسے اسلامی جمہوریہ پاکستان کا نیاوزیراعظم چنا گیا۔اسی پر بس نہیں کی گئی اس کے بیٹے کو بھی صوبہ پنجاب کا وزیراعلیٰ بنا دیا گیا۔اس کے الیکشن میں پنجاب اسمبلی کی کاروائی میں جومناظر دکھائی دیئے وہ سیاسی عناصر کی اصلیت ظاہر کرتے ہیں کہ ملک پر کس طرح کے مافیا کا راج ہے۔ اس طرح دنیا کو یہ پیغام دیا گیا کہ پاکستان میں قانونی واخلاقی اقدار کا فقدان ہے۔ جہاں دھن دولت اور دھونس دھاندلی کے بل بوتے پر کوئی بڑے سے بڑا مجرم بھی برسر اقتدار آ سکتا ہے اطلاعات کے مطابق نئی مخلوط حکومت قومی احتساب بیورو (نیب) کوختم کرنے اوراس کے ہاتھ پاؤں باندھنے اور پر کاٹنے کی تیاریوں میں مصروف ہے تاکہ ایک دوسرے کے خلاف سابقہ دور میں درج کروائے گئے کرپشن کے مقدمات کوختم کروایا جاسکے۔آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟ کچھ معلوم نہیں اس بدقسمت قوم کے ساتھ آئندہ کیا ہونے والا ہے؟

سورۂ بنی اسرائیل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِذَآ اَرَدۡنَاۤ اَنۡ نُّهۡلِكَ قَرۡيَةً اَمَرۡنَا مُتۡرَفِيۡهَا فَفَسَقُوۡا فِيۡهَا فَحَقَّ عَلَيۡهَا الۡقَوۡلُ فَدَمَّرۡنٰهَا تَدۡمِيۡرًا (16)

''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کوکوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے اور ہم اسے برباد کردیتے ہیں''۔

پوری قوم کواللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کوسامنے رکھ کرسنجیدگی ے ساتھ سوچنا ہوگا کہ طبقہ اشرافیہ کی بداعمالیوں پراللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے باعث کہیں وطن عزیز پرکوئی ایسی آزمائش تونہیں آنے والی۔ کیونکہ اس وقت طبقہ اشرافیہ نے وطن عزیز میں اخلاقیات کی تمام حدیں پارکرکے عدل وانصاف کی بجائے ظلم وجبر اور ناانصافی کی دلدل میں دھکیلنے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ استغفراللہ۔اللہ تعالیٰ ہم پررحم فرمائے۔

کرپشن مافیاسازشی عناصراپنے شدید ترین اختلافات کے باوجود ایک بارپھر پاکستان

کا اقتدار اعلیٰ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ ماضی میں ایک امریکی یہودی منسٹر ہنری کسنجر نے پاکستانی قوم کا مذاق ان الفاظ میں اڑایا تھا کہ پاکستانی ڈالرز کے عوض اپنی ماں کو بھی بیچ سکتے ہیں۔ اوراب پڑوسی دشمن ملک بھارت کے ایک کانگریسی لیڈر نے پاکستان میں حکومت کی تبدیلی پر پھبتی کسی اور بھارتی وزیراعظم سے کہا ہے کہ ملکی دفاع پر خواہ مخواہ اربوں روپے کے دفاعی ہتھیاروں کی خریداری پر خرچ کرنے کی بجائے ایک ہی بار آٹھ دس ارب روپے خرچ کرکے پاکستانی اسمبلی کے ممبران ہی خرید کر اپنی مرضی کی حکومت مسلط کردو۔ دشمن ملک کے رہنماؤں کے یہ ریمارکس پاکستان کے 22/23 کروڑ عوام اور متعلقہ ذمہ داروں کے منہ پر زناٹے دار تھپڑ کے مترادف ہے۔ کاش موجودہ حالات کے ذمہ داران اتنے بے ضمیر نہ ہوتے کہ پاکستانی قوم کو یہ طعنے سننے پڑتے۔ بدقسمتی سے ہماری اکثر مذہبی جماعتیں بھی سیکولر مغربی جمہوریت کے فریب کا شکار ہوکر رہ گئیں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قرآن مجید فرقان حمید کی تعلیمات کے مطابق آئین سازی کرنے کی بجائے اس لادینیت کے حامل مغربی جمہوری نظام سے امیدیں وابستہ کرلیں۔ 1973ء کا متفقہ آئین جس میں کچھ اسلامی دفعات کے نفاذ کا وعدہ کیا گیا تھا مگر ابھی تک اس کو سردخانے میں رکھ دیا گیا ہے اور سودی نظام جیسی لعنت ابھی تک ملکی معیشت کا حصہ ہے جس کے باعث ہماری معیشت اور معاشرت تباہ ہوچکی ہے۔ حالانکہ اس نوزائیدہ مملکت نے اپنے ابتدائی دور میں ایک یورپی ملک جرمنی کو قرضہ دیا تھا مگر ملک کو ترقی یافتہ بنانے کے وعدے پر حکمرانوں نے مغربی ممالک کے سودی نظام سے امیدیں وابستہ کرکے امداد لینا شروع کی تو ان کے اپنے مقاصد سامنے آئے اور سودی نظام نے ہمیں بری طرح قرضوں میں جکڑ لیا ہوس اقتدار کے رسیا حکمرانوں نے آنکھیں بند کرکے ان کی شرائط کو قبول کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام دشمن بڑی طاقتوں نے پاکستانی معیشت کو تباہ و برباد کرنے کی سازشوں کے ساتھ ساتھ نفاذ اسلام کی راہ میں روڑے اٹکائے اور اپنے مقاصد کے حصول کے لئے اپنے ایجنٹ حکمران مسلط کئے رکھے ہیں ملک عملاً ایک مقبوضہ اسٹیٹ بن کر رہ گیا یہاں تک کہا گیا کہ پاکستان میں حکومت کرنے کے لئے امریکی حکومت کی آشیرباد اولین شرط ہے۔ ایک آزاد ملک نام کی آزادی تک رہا مگر عملاً ایک امریکی مقبوضہ کالونی بن کر رہ گیا، جس کے سارے فیصلے بدیشی حکمران کرنے لگے ہیں۔

انتہائی افسوسناک امر یہ ہے کہ ایک بار پھر اکثر سیاسی جماعتوں کے کرتا دھرتا اپنے ذاتی مفادات کے اسیر بن کر فقط اقتدار کی کرسی کی ہی طلبگار ہو کر رہ گئے ہیں جنھوں نے ماضی میں بھی اپنے اپنے منشور کو پس پشت ڈالتے ہوئے اپنے سیاسی مخالفین سے ملکر مخلوط حکومتیں بنا کر اقتدار کے مزے لوٹے اور قومی خزانے کی لوٹ کھسوٹ میں ایک دوسرے سے بازی لیتے رہے۔

صالح قیادت نہ ہونے کے باعث ملک کا مستقبل مخدوش نظر آتا ہے۔ موجودہ مغربی جمہوریت سے مطلوبہ نتائج کا حصول ناممکن ہے۔ یہ ریمونٹ کنٹرول مغربی جمہوریت کا بدبودار نظام ناکام ہو چکا ہے جس نے ہر ادارے کو کرپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔ انتظامیہ، عدلیہ، فوج، سول بیوروکریسی، صحافت سب ادارے اپنی حدود میں کام کرنے کی بجائے اپنے ذاتی مفادات کے اسیر بن کر مخصوص ایجنڈے پر گامزن ہیں جس سے ملک ترقی معکوس کی شاہراہ پر گامزن ہے جو حصول پاکستان کے نصب العین نفاذ اسلام کے وعدے سے صریحاً متصادم نظر آتے ہیں۔ ان حالات میں عوام خانہ جنگی اور خونی انقلاب کی طرف رواں دواں ہیں۔ بڑی استعماری طاقتوں اور مقامی حکمرانوں کی سازشوں کے باعث وقتی طور پر یہ انقلاب کچھ عرصہ کے لئے سست روی کا شکار ہے۔ پاکستانی مقتدر شخصیات عوامی ری ایکشن یا تبدیلی کے عمل کو سمجھیں اور نوشتہ دیوار پڑھیں جب ان سے فاقہ کشی سے تنگ آ کر خودکشی کرنے والا، مہنگائی سے تنگ بھوکا مزدور، وسائل کی کمی کا شکار تعلیم سے محروم رہ جانے والے نوجوان، انصاف کے حصول میں برسوں ضلع کچہری اور تھانوں کے چکر لگا کر در بدر ہونے والے، ہسپتال میں علاج نہ ملنے پر ایڑیاں رگڑ کر مرنے والا، وڈیرے سے تنگ ہاری حساب مانگے گا شاید اس وقت انھیں زندگی کی مہلت ہی نہ مل سکے۔ اس صورت حال کی ذمہ داری برسوں سے قومی خزانے سے کھیلنے والے سیاست دانوں، طبقہ اشرافیہ، مقتدر طبقات پر عائد ہوتی ہے۔ خدا بیزار، وحی دشمن مغربی طاقتیں ابلیسی ایجنڈے کو آگے بڑھاتے ہوئے ہمارے اسلامی نظریات کو ختم کر کے ہماری نوجوان نسل کے اخلاقیات کو تباہ کر رہے ہیں۔ سوشل میڈیا کے ذریعے فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب اُمڈ آیا ہے وہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا بلکہ اس کی شدت میں روز افزوں اضافہ دیکھنے میں آ رہا ہے۔ دجالی فتنے کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے ہم سب کو اس سے بچنا بچانا ہے۔ دجال نے اپنا جال پھیلا دیا اب ہم نے اپنی ذمہ داریاں پوری

کر کے اس سے محفوظ رہنا ہے۔ مگر ہم من حیث القوم اپنی اپنی لگن میں مست ہو کر ریت میں منہ چھپائے خاموش بنے بیٹھے ہیں۔ ابلیسی نظریات کا حامل دجالی فتنہ تو اپنے شیطانی کھیل کا آغاز کر چکا ہے۔ ایک ایسا ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان جو تائید ایزدی کے ساتھ دین اسلام کے عملی نفاذ کیلئے نظریاتی طور پر وجود میں آیا تھا وہاں نفاذ اسلام کا وعدہ پورا نہ ہو سکا اس کے ذمہ دار حکمرانوں کے ساتھ ساتھ اس کے خواص وعوام بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا اپنا عہد بھول کر اپنی آخرت کے انجام سے غافل اپنی دنیا بنانے میں لگے ہیں۔ دین اسلام اور خلافت کے نفاذ کیلئے ہم نے اپنی ذمہ داریاں نہ نبھائیں اور اپنے کرتوت نہ بدلے تو کچھ بعید نہیں کہ خالق کائنات کوئی اور قوم لے آئے جو اس کے پسندیدہ دین اسلام کو نافذ کر کے بازی لے جائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔ اس وقت سے پہلے اٹھیے! آیئے اور اپنے حصے کا کام کرنے میں پہل کریں۔ جو لوگ بھی نفاذ اسلام اور احیائے خلافت کے لئے متحرک ہیں ان تنظیموں سے جڑ کر اپنے حصے کا کام کر جائیں تاکہ روز محشر اللہ رب العزت کے حضور سرخرو ہو سکیں۔

ے   اُٹھ کہ خورشید کا سامان سفر تازہ کریں
نفس سوختہ شام وسحر تازہ کریں

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج خود افروز و جگر سوز نہیں ہے!
وہ قوم نہیں لائق ہنگامۂ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں ہے!

(کلیاتِ اقبال، ضربِ کلیم)

قسط نمبر 6

تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود

حجاب وستر پوشی:

1۔ لڑکی کو بچپن ہی سے اپنے جسم کو ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین کرنا ضروری ہے، تاکہ بلوغت کی عمر کو پہنچنے تک وہ ساتر لباس پہننے کی عادی ہو چکی ہو۔ والدین کو چاہیے کہ وہ ان کو چھوٹی عمر ہی سے تنگ اور مختصر قسم کا لباس پہنانے سے گریز کریں اور پتلون شرٹ پر مشتمل لباس ان کو ہرگز لا کر نہ دیں، اس لیے کہ ایسا لباس مردوں کے لباس سے ملتا جلتا ہے اور مزید برآں (آگے چل کر) نوجوان طبقے کے بگاڑ اور فساد کا بھی باعث بنتا ہے۔

بچی جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے دوپٹے یا رومال وغیرہ سے سر کو ڈھانپ کر رکھنے کی تلقین کرنی چاہیے اور جب وہ بلوغت کی عمر کو پہنچے تو اسے اپنے چہرے کو چھپا کر رکھنے کی ہدایت کرنی چاہیے اور اس سے کہا جائے کہ وہ عمر کے اس حصے میں اپنے جسم کو چھپانے کے لیے ایک ایسا سیاہ رنگ کا لمبا، کھلا اور ساتر قسم کا لباس (بڑی چادر یا برقع) زیبِ تن کرے جو اس کی شرافت کا نگہبان اور اس کی شرم وحیا کا محافظ ہو۔

یہی وہ عظیم مقاصد ہیں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآنِ کریم تمام مومن عورتوں کو حجاب کی پابندی اختیار کرنے کی دعوت دے رہی ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ

جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًاO﴾ (الاحزاب:۵۹)

’’اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی، پھر ستائی نہیں جائیں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ مومن عورتوں کو بے پردگی اور بے جا زیب و زینت اِختیار کرنے سے روکتے ہوئے یوں ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾ (الاحزاب:۳۳)

’’اور سابقہ دورِ جاہلیت کی سج دھج کے ساتھ ظاہر نہ ہوں۔‘‘

2۔ لڑکی ہو، یا لڑکا، ہر ایک کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ اپنی جنس کے لیے بنا ہوا خاص لباس ہی استعمال کرے، تاکہ وہ دوسری جنس کے افراد کے ساتھ مشابہت اِختیار کرنے سے محفوظ رہ سکے۔ اس کے علاوہ بچوں کو اس بات کی بھی ہدایت کرنی چاہیے کہ وہ غیر مسلم قوموں کے اِیجاد کردہ تنگ پتلون اور ایسے لباس، یونیفارم اور اخلاق باختہ فیشن سے اپنے آپ کو بچائیں کیونکہ وہ لوگ جو اس قسم کے کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں، ان کے لیے حدیث میں سخت وعید آئی ہے:

’’لعن رسول اللّٰهﷺ المتشبهين من الرجال بالنساء، والمتشبهات من النساء بالرجال.‘‘ (صحيح بخاري، رقم:۵۸۸۵)

’’رسول اللہ ﷺ نے ان مَردوں پر لعنت بھیجی جو (چال چلن اور حلیہ ولباس وغیرہ معاملات میں) عورتوں کی مشابہت کریں اور ان عورتوں پر لعنت بھیجی جو مَردوں کی مشابہت اختیار کریں۔‘‘

اور صحیح بخاری ہی کی دوسری روایت میں ہے:

’’لعن النبيﷺ المخنثين من الرجال والمترجلات من النساء.‘‘ (صحيح بخاري، رقم:۶۸۳۴)

’’رسول اللہ ﷺ نے مخنث مردوں پر اور مردوں کی چال چلن اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی۔‘‘

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں ارشاد فرماتے ہیں: ((من تشبّہ بقوم فهو منهم.)) (سنن ابی داوٗد، رقم: ۴۰۳۱) یعنی جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا، وہ انھی کا ایک فرد سمجھا جائے گا۔

اَخلاق و آداب:

(۱) اِسلامی تعلیمات کے مطابق ہمیں بچے کو اس بات کا عادی بنانا چاہیے کہ وہ کسی چیز کو لینے دینے، یا کھانے پینے اور اسی طرح لکھائی کرتے ہوئے اور مہمان کی میزبانی کے فرائض ادا کرتے وقت اپنا دایاں ہاتھ استعمال کرے۔ اس کے علاوہ اس کو اس کی بھی ہدایت کرنی چاہیے کہ وہ ہر کام شروع کرتے وقت ''بسم اللہ'' ضرور پڑھا کرے اور خاص طور پر کھانا کھانے یا پانی وغیرہ پینے سے پہلے اس کا ضرور خیال رکھے۔ اس کو اس بات کی بھی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ جب کھانا کھائے تو بیٹھ کر کھائے اور کھانے سے فارغ ہونے کے بعد ''الحمد للہ'' ضرور پڑھے۔

(۲) بچے کو نظافت و پاکیزگی کا عادی بنانا چاہیے۔ اس کو بتایا جائے کہ وہ باقاعدگی سے اپنے ناخن کاٹا کرے، کھانا کھانے سے پہلے اور اس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں کو اچھی طرح دھویا کرے۔ اس کے علاوہ اس کو قضائے حاجت اور اِستنجا کرنے کی تعلیم بھی دی جائے اور یہ بات اس کے علم میں لائی جائے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے تو وہ ٹشو، یا پانی سے اچھی طرح صفائی کرے کیونکہ اس طرح اس کی نماز بھی درست ہوگی اور کپڑے بھی ناپاک ہونے سے محفوظ رہیں گے۔

(۳) ہمیں بچوں کو نصیحت بڑی نرمی کے ساتھ علیحدگی میں کرنی چاہیے اور کسی کوتاہی کی وجہ سے دوسروں کے سامنے ان کی سرزنش کر کے ان کو رسوا کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اگر کبھی کبھار وہ روکنے کے باوجود نافرمانی کے راستے پر چلنے سے باز نہ آئیں تو ان کے ساتھ ناراضی کے اِظہار کے لیے تین دن تک گفتگو کرنا چھوڑ دیں۔ تین دن کی شرط اس لیے ہے کہ تین دن سے زیادہ ناراضی رکھنا شرعاً جائز نہیں ہے۔

(۴) بچوں کو خاموشی کے ساتھ اذان سننے اور مؤذّن کے ساتھ ساتھ جواب میں انھی کلمات کو دُہرانے کے لیے کہا جائے۔ اور جب اذان ختم ہو جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کے

بعد مندرجہ ذیل دعائے وسیلہ پڑھنے کی ہدایت کی جائے:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ! آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ.)) (صحيح بخاري، رقم: ٦١٤)

''اے اللہ! اس پوری پکار کے رب! اور کھڑی ہونے والی نماز کے مالک! حضرت محمد ﷺ کو مقامِ وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور آپ کو (شفاعت کے) مقامِ محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔''

(۵) اگر ممکن ہو تو ہمیں ہر بچے کے لیے علیحدہ بستر کا انتظام کرنا چاہیے، ورنہ ہر ایک کے لیے کم سے کم علیحدہ لحاف ضرور ہونا چاہیے۔ اگر گھر میں لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے علیحدہ علیحدہ کمروں کا بندوبست ہو جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا اور یہ طریقۂ کار یقیناً ان کے اخلاق کی درستگی اور ان کی صحت کی حفاظت کا ضامن ہوگا۔

(۶) بچے کو اس بات کی عادت ڈالی جائے کہ وہ راستے میں کوئی بھی چیز پھینکنے سے باز رہے، بلکہ اگر وہاں کوئی ایسی چیز اسے نظر آجائے تو وہ اس کو ہٹا دیا کرے۔

(۷) غلط کار دوستوں کی رفاقت کے اثراتِ بد سے بچوں کو آگاہ کیا جانا چاہیے، اسی طرح بازار اور گلیوں میں فضول کھڑے رہنے سے ان کو روکا جائے اور اس کے لیے ان کی کڑی نگرانی ہونی چاہیے۔

(۸) جب بھی بچوں کے ساتھ آپ کا آمنا سامنا ہو، چاہے گھر کے اندر ہو، یا سرِ راہ، یا کمرۂ تعلیم وغیرہ میں تو آپ انھیں اِن الفاظ میں سلام کہیں: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یعنی تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلامتی، اس کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔

(۹) بچے کو اس بات کی تلقین کرتے رہیے کہ وہ پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آئے اور اپنی کسی حرکت سے ان کا دل نہ دکھائے۔

(۱۰) بچے کو ایسی عادت ڈالیں کہ وہ مہمان کی عزت وتکریم میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھے اور اس کی خدمت وتواضع میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔

تربیتِ جہاد:

1۔ اِسلامی جہاد کے نقطۂ نگاہ سے اگر بچوں کی تربیت کرنا مقصود ہو تو گھر کے سربراہ کو تمام افرادِ خانہ کے ساتھ اور اُستاد کو اپنے شاگردوں کے ساتھ گاہ بہ گاہ مل بیٹھنے کا کوئی پروگرام ترتیب دیتے رہنا چاہیے جس میں وہ سیرتِ رسول ﷺ اور حیاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے موضوع پر لکھی ہوئی کسی کتاب کو تسلسل اور باقاعدگی کے ساتھ پڑھا کریں۔ اس سے ان کو اس بات کا اندازہ لگانے میں رہنمائی حاصل ہوگی کہ نبیِ کریم ﷺ ایک بہادر اور نڈر سپہ سالار ہونے کے ساتھ ساتھ نہایت اعلیٰ عسکری و قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ اور حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہمارے علاقوں کو فتح کر کے ان پر اِسلام کے علَم کو سربلند کیا اور ان کی خدماتِ اسلام کی بدولت ہمیں ایمان اور رُشد و ہدایت کی دولت نصیب ہوئی۔

اس موقع پر جو بات ان کے ذہنوں میں اچھی طرح بٹھانی چاہیے، وہ یہ ہے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کامرانی کا تمام تر انحصار صرف اس بات پر تھا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی ذات پر پختہ اِیمان سے آباد اور جذبۂ جہاد سے سرشار تھے۔ انھوں نے زندگی کے ہر شعبے میں قرآن و سنت کو عملی طور پر نافذ کر رکھا تھا اور نہایت بلند پایہ اَخلاق کے مالک تھے۔

2۔ بچوں کی تربیت اس نہج پر ہونی چاہیے کہ وہ بڑے ہو کر بہادر بنیں، وہ نیکی کو پھیلانے اور بُرائی کا قلع قمع کرنے کے لیے جدوجہد کرنے والے ہوں اور ان کے دل اللہ تعالیٰ کے خوف کے سوا ہر قسم کے خوف سے آزاد ہو جائیں۔ ایسی تربیت کے پیشِ نظر ضروری ہوگا کہ بچوں کو جھوٹے، خیالی اور بے سروپا قصے کہانیاں سنا سنا کر خوف زدہ کرنے سے سختی کے ساتھ اِحتراز کیا جائے۔

3۔ دشمنانِ اسلام، خاص طور پر صہیونی اُمتِ اسلامیہ پر جو مظالم ڈھا رہے ہیں، اس کے خلاف بچوں کے دلوں میں انتقام کے جذبے کو اُبھارنا چاہیے اور ان کو یہ باور کرانا چاہیے کہ فلسطین و قدس شریف (اور مسلمانوں کے دیگر مقبوضہ علاقوں) کی آزادی کے لیے امتِ اسلامیہ کی نگاہیں انھی نوجوانوں پر لگی ہوئی ہیں اور ایک دن آئے گا جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کامیابی ہمارے ان نوجوانوں کے قدم چومے گی۔ لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ اِسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں اور جہاد فی سبیل اللہ کو اپنی زندگی کا مقصد بنا لیں۔

4۔ بچوں کے عام مطالعے کے لیے ایسے کتابچے خرید کیے جائیں جو اِسلامی تاریخ کے ان اہم واقعات وحوادث پر مشتمل ہوں جن کا پڑھنا بچوں کی اِسلامی نہج پر تربیت کے حوالے سے مفید ومعاون ثابت ہوسکتا ہو۔ اس ضمن میں قرآنی قصص، سیرتِ طیبہ کے واقعات، مایہ ناز نڈر کرام رضی اللہ عنہم کے حالاتِ زندگی اور قابلِ فخر بہادر مسلم قائدین کے کارناموں پر روشنی ڈالنے والی سلسلہ وار چھوٹی چھوٹی کتابیں بڑا اہم کردار ادا کرسکتی ہیں، چنانچہ ''شمائلِ محمدی''، ''اَخلاقِ نبوی''، ''ادبِ اسلامی'' اور ''عقیدہ کتاب وسنت کی روشنی میں'' اوراس قسم کی دیگر کتابوں کے مطالعے سے بچوں کی تربیت کے ضمن میں بڑے دوررَس نتائج حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ [پہلی دونوں کتابیں الشیخ محمد جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیفات ہیں اور یہ دونوں اردو ترجمے کے ساتھ منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔ پہلی کتاب ''شمائلِ محمدی'' کے نام سے جامعہ تعلیم القرآن والحدیث للبنات (گوجرانوالہ) کی طرف سے چھپوا کر مفت تقسیم کی جاچکی ہے۔ مترجم]

بچوں کے معاملے میں عدل وانصاف سے کام لینا:

ا: **عن النعمان بن بشير قال: تصدق عليّ أبي ببعض ماله، فقالت أمي عمرة بنت رواحة: لا أرضي حتى تشهد رسول الله ﷺ. فانطلق أبي إلى النبي ﷺ ليشهده على صدقتي، فقال له رسول الله ﷺ: ((أفعلت هذا بولدك كلهم؟)) قال: لا. قال: ((اتقوا الله واعدلوا في أولادكم.)) فرجع أبي فرد تلك الصدقة.** (صحيح بخاري، رقم: ٢٥٨٧، صحيح مسلم، رقم: ١٦٢٣، واللفظ له)

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے اپنے مال کا کچھ حصہ عنایت کیا تو میری والدہ حضرت عمیرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے میرے والد سے کہا کہ مجھے تب تک خوشی نہ ہوگی جب تک کہ آپ اس پر رسول ﷺ کو گواہ نہیں بنالیتے۔ میرے والد رسالت مآب ﷺ کے پاس انھیں اپنے مالی عطیے پر گواہ بنانے کے لیے حاضر ہوئے۔ نبیِ رحمت ﷺ نے میرے والد سے پوچھا: کیا آپ نے عطیہ دینے میں اپنے تمام بچوں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے؟ میرے والد نے

جواب دیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (لوگو!) اللہ کا خوف کھاؤ اور اپنے بچوں کے درمیان عدل و انصاف کے رویے کو اپناؤ۔''

دوسری روایت میں اس طرح ہے: ((فلا تشهدني إذًا، فإني لا أشهد على جور.)) (صحيح مسلم، رقم: ١٦٢٣) ''(رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: اگر معاملے کی نوعیت ایسی ہی ہے) تو پھر مجھے اس پر مت گواہ بناؤ کیوں کہ میں ظلم و زیادتی پر گواہ نہیں بنوں گا۔''

۲: آپ اپنے بچوں کو جب عطیات سے نواز رہے ہوں، یا ان کے نام وصیت کر رہے ہوں تو ہر حالت میں آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ ان کے درمیان عدل و انصاف کی فضا کو برقرار رکھنے کے لیے ان سب کے ساتھ مساویانہ اور غیر امتیازی سلوک کریں اور ورثاء میں سے کسی ایک وارث کو بھی اس کے حق سے محروم کرنے کی ہرگز کوشش نہ کریں، بلکہ آپ کو چاہیے کہ آپ وراثت کے باب میں خالقِ دو عالَم کی اس تقسیم کو برضا و رغبت تسلیم کرلیں جس کے تحت اس نے ورثاء کے مختلف حصص مقرر کر رکھے ہیں اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں کہ ذاتی پسند و ناپسند آپ کو کسی طور بھی حق کے راستے سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہ ہونے پائے اور کسی وارث کے ساتھ آپ کی ذاتی دلچسپی اس حد تک آپ کو متاثر نہ کردے کہ آپ عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کی بجائے ظلم و زیادتی کی راہ اِختیار کر بیٹھیں کیونکہ اگر آپ اس قسم کے جرم کے مرتکب ہوئے تو یقیناً آپ کا یہ طرزِ عمل اپنے آپ کو اپنے ہی ہاتھوں جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں جھونکنے کے مترادف ہوگا۔

ہمارے معاشرے میں کتنے ہی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو راہِ حق سے اِنحراف کرکے اپنی دولت اپنے بعض ورثاء کے نام تو کر بیٹھے، لیکن اس کے نتیجے کے طور پر ورثاء کے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف کینہ و بغض کی نہ بجھنے والی ایسی آگ بھڑک اُٹھی جسے ٹھنڈا کرنے کے لیے انھیں مجبوراً عدالتوں کے چکر کاٹنے پڑے جہاں انھوں نے انصاف کی تلاش میں افسران اور وکلاء پر اپنی دولت کا بے دریغ استعمال کیا، لیکن اس سعیِ لاحاصل کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنی رہی سہی دولت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے! (جاری ہے)

تبصرہ و تعارف کتب

محترم جناب ڈاکٹر اختر احمد صاحب ایک دردِ دل رکھنے والے انسان ہیں اور وہ غلبہ دین اسلام کے نہ صرف متمنی ہیں بلکہ اس کے داعی بھی ہیں انھوں نے اپنی دو درجن کے لگ بھگ کتابیں تحریر کر کے اُمت مسلمہ کے بہی خواہوں اور نوجوانوں میں جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور مزید کچھ کتابیں تیاری اور تکمیل کے مراحل میں ہیں۔ ادارہ کو ان کی چار کتابیں موصول ہوئی ہیں جن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔ ان کتابوں کے حصول کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیا جا سکتا ہے: 0333-5242146

1 اللہ کا پیغام اس کے بندوں کے نام

اس کتاب میں مصنف نے غلبہ اسلام کو مستقبل سے کھینچ کر حال میں لانے کا لائحۂ عمل بیان کیا ہے اور اسلام دشمن قوتوں کے عزائم اور ان کی چالوں کو بے نقاب کیا ہے اور مسلمانوں کو قرآن سے وابستہ ہونے پر ابھارا ہے۔ (صفحات: 300۔ قیمت: 700)

2 غلبہءِ اسلام

اس کتاب میں مصنف نے غلبہ اسلام کے بارے میں بیان کی گئی پیش گوئیوں کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کے اندر غلبہ اسلام کے لیے جدوجہد کا جذبہ پیدا کیا ہے۔ مصنف کا کہنا ہے کہ یہ صدی غلبہ اسلام

کی صدی ہے، اسلام کا دنیا پر دوبارہ عروج (نشأۃ ثانیہ) ہونے والا ہے۔ علاوہ ازیں غلبہ اسلام کے لیے کوششیں کرنے والے عظیم عالمی رہنماؤں کا ایمان افروز ذکر خیر بھی کتاب کا حصہ ہے۔ (صفحات:400۔ قیمت:800)

3 اولاد پر والدین کے حقوق

یہ کتاب دو مصنّفین کی کاوش ہے الحاج محمد حسین گوہر اور ڈاکٹر اختر احمد۔ جس میں ماں باپ سے حسن سلوک، ان کی خدمت اور دلجوئی کی اہمیت، اور چند سبق آموز واقعات بیان کیے گئے ہیں۔ اکثر والدین کو شکایت ہوتی ہے کہ اولاد بدتمیزی سے پیش آتے ہیں اس کتاب کا مطالعہ اولاد کو اپنے والدین سے حسن سلوک پر مجبور کردے گا، ان شاءاللہ۔ (صفحات 304۔ قیمت 600 روپے)

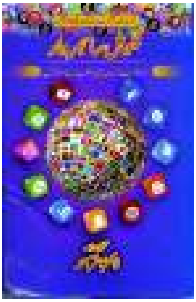

4 گلوبل سائبر وار

اس کتاب میں انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کے ذریعے عالمی سطح پر جو گمراہی اور فساد برپا کیا جارہا ہے، اس سے آگاہی اور اس سے بچاؤ اور انٹرنیٹ کے درست استعمال سے متعلق اہم معلومات تحریر کی گئی ہیں۔ مزید براں بتایا گیا ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے نوجوانوں کی ذہنی، مزید براں بتایا گیا ہے کہ سوشل میڈیا کے ذریعے نوجوانوں کی ذہنی، جسمانی اور اخلاقی صلاحیتوں کو کیسے تباہ کیا جارہا ہے۔ شیطانی طاقتوں کے مذموم مقاصد کیا ہیں؟ اور ہم مسلمانوں کو اسلام دشمن طاقتوں کے اس وار کا مقابلہ کیسے کرنا چاہیے؟ ہر مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (صفحات:400۔ قیمت 800 روپے)

5 گھر کا دین

تالیف: فرحت اعجاز

ناشر: مکتبہ خدام القرآن، قرآن اکیڈمی فیصل آباد

زیر نظر کتاب میں مصنفہ نے ازدواجی زندگی کی اہمیت، زوجین کی شرعی و اخلاقی ذمہ داریاں اور حقوق، اہل خانہ کے مابین اُلفت و

محبت قائم رکھنے، گھر کے ماحول کو دینی بنانے اور حالات کی اصلاح سے متعلق بہت قیمتی اور مفید باتیں تحریر کی ہیں۔ بات کو مستند بنانے کے لیے قرآن مجید کی آیات، رسول اکرم ﷺ کی احادیث اور اسلاف کے طرزِ عمل سے دلائل بھی پیش کیے ہیں۔ یہ کتاب ہر اُس شخص کے لیے بے حد مفید ہے جو اپنی ازدواجی زندگی میں دینی اور دنیاوی کامیابی کا خواہاں ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور یہ کتاب ہر گھر اور کتب خانے میں موجود ہونی چاہیے۔ (صفحات:218، قیمت:500روپے)

6 زادُ الخُطباء (5 جلدیں)

تالیف: حافظ عبدالرحمٰن کشمیری

دستیابی کیلئے رابطہ نمبر: 0300-8730442 0300-6375920

کتاب کے مؤلف نیویارک میں جامع مسجد اُمّ القریٰ کے خطیب ہیں اور انھوں نے دوستوں کے اصرار پر اپنے خطاباتِ جمعہ کو ضبطِ تحریر میں لا کر منبر و محراب کے وارثین کی خدمت میں عظیم تحفہ پیش کر دیا ہے جس سے وہ بھرپور استفادہ کر سکتے ہیں۔ 2014ء سے 2018ء تک ہر سال کے خطابات الگ الگ جلدوں میں جمع کر دیے گئے ہیں۔ ہر جلد 400 سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت درج نہیں۔

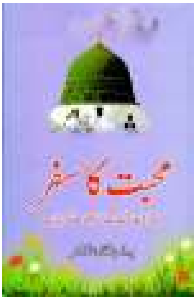

7 محبت کا سفر (حمد و نعت، قطعات، منظومات، غزلیات)

شاعر: پروفیسر محمد شفیق احمد کھوکھر

ناشر: ارمغان پبلی کیشنز، ستلج بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

یہ کتاب حمدیہ و نعتیہ اشعار کا مجموعہ ہے۔ کتاب لکھنے والے شاعر بھی ہیں کالم نگار ممتاز صحافی بھی، معلم بھی اور حکیم (طبیب) بھی۔ یہ کتاب ان کی محبت الٰہی اور عشق رسول ﷺ کی آئینہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ حمد و نعت کے وسیع لٹریچر میں ایک خوبصورت اضافہ بھی ہے۔ (صفحات:170۔ قیمت 500)

مملکت خداداد پاکستان کے ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر
ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کی بیک وقت چھ کتابوں کی اشاعت

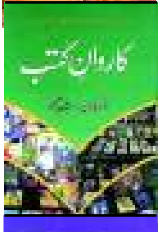

شاہینوں کے شہر سرگودھا سے تعلق رکھنے والے شاعر و ادیب، محقق، ماہر تعلیم پروفیسر ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کی سالِ نو میں پاکستان کی ڈائمنڈ جوبلی کے موقع پر بیک وقت چھ کتب منظر عام پر آ گئیں ہیں۔ پانچ کتب مختلف کتابوں پر بے لاگ تبصروں اور تجزیوں پر مشتمل ہیں۔ ''افتخارِ کتب'' صفحات 204، ''گلستانِ کتب'' 192 صفحات، ''فیضانِ کتب'' 204 صفحات کے دائرے میں ہیں۔ دینی، ملّی اور مذہبی کتابوں پر مشتمل ہے۔ ''مہکارِ کتب'' بھی 204 صفحات کی مہکار رکھتی ہے۔ ''کاروانِ کتب'' 224 صفحات پر محیط ہے۔ ''رشک حیات'' 224 صفحات رکھتی ہے۔ اس کتاب میں رفتگان کی شخصیت اور خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ علمی، ادبی، سماجی اور تعلیمی شخصیات کی سوانح بھی کتاب کا حصہ ہیں۔ جن آسودۂ خاک لوگوں کا تذکرہ اس کتاب میں شامل ہے، ان میں عبدالستار خان نیازی، ایم ایم عالم، ڈاکٹر مجید نظامی، ڈاکٹر انور سدید، عبدالستار ایدھی، ڈاکٹر سلیم آغا، احسان اللہ خان، پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول، خالد نظیر صوفی، پروفیسر آزاد بن حیدر (ایڈووکیٹ)، طارق عزیز، سید ناصر زیدی، محمد عرفان بٹ، شاہد نذیر خان، حافظ لیاقت علی ضیاء، ڈاکٹر ندیم شفیق ملک، شمس الرحمٰن فاروقی، حضرت شاکر نظامی، شیخ محمود ظفر اقبال، شیخ امیر احمد، ڈاکٹر رشید امجد شاہد حمید، حاجی غلام محمود صراف، پروفیسر زاہد حسین، اخلاق عاطف، عارف نظامی، رشید احمد انگوی، ڈاکٹر صفدر محمود، انجینئر مختار حسین فاروقی، طارق اسماعیل ساگر، جاوید اقبال چیمہ، پروفیسر بنیاد حسین نقوی، ڈاکٹر اجمل نیازی، سید مظاہر حسین شیرازی، نسیم اقبال بھٹی، حافظ محمد اکرام طوفانی قابل ذکر ہیں۔ ان چھ کتابوں کی اشاعت سے ڈاکٹر ہارون الرشید تبسم کی 136 ادبی اور 27 نصابی کتب مجموعی طور پر 163 کتب منظر عام پر آ چکی ہیں۔ سرگودھا کی ادبی تاریخ میں یہ سب سے بڑا ذخیرۂ کتب ہے۔ (رپورٹ محمود طارق)

فرمودۂ اقبال

در بدن داری اگر سوزِ حیات
ہست معراجِ مسلماں در صلوٰت

ور نداری خونِ گرم اندر بدن
سجدۂ تو نیست جز رسمِ کہن

عیدِ آزاداں شکوہِ ملک و دین
عیدِ محکوماں ہجومِ مومنین!

ترجمہ: اے مسلمان! اگر تو اپنے سینے میں سوزِ حیات (آزادی کی آرزو) رکھتا ہے تو نماز میں تیری معراج ہے اور اگر تیرے بدن میں گرم خون (آزادی کا جذبہ) نہیں ہے تو تیرا سجدہ ایک پرانی رسم کے سوا کچھ نہیں ہے۔ آزاد قوموں کی عید تب ہوتی ہے جب ملک باوقار ہو اور دین سربلند ہو۔ محکوم لوگوں کی عید اس کے سوا کچھ نہیں کہ کچھ دیر کے لیے مسلمانوں کا ہجوم جمع ہو گیا اور بس۔

آزادی ایک نعمت خداوندی ہے اور اس کے لیے جدوجہد ایک اخلاقی اور دینی ذمہ داری ہے اور اس کے لیے جہاد ہی حقیقی مسلمانوں اور مؤمنوں کا شیوہ ہے اور اس راہ کی کامیابیاں ہی مسلمانوں کی حقیقی عیدیں ہوتی ہیں۔ افسوس کے ایسی عیدیں دیکھنے کے لیے اُمت مسلمہ کی آنکھیں کئی نسلوں سے ترس رہی ہیں۔ ایسی شان وشوکت ہی مسلمانوں کی عید کہلانے کی مستحق ہے جس سے ملک وقوم ودین کو دنیا میں عزت ملے وگرنہ آج ہم مسلمانوں کی عید تو صرف مسلمان نام والے لوگوں کا ایک ہجوم ہوتا ہے یا 40 لاکھ افراد کا حج کا اجتماع ہوتا ہے جس کا ذرّہ برابر اثر مغربی صیہونی بالادست استعمار پر نہیں پڑتا اور وہ اسے مچھر کے پر کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتا۔ اے مردِ مسلمان! ایسی صورت حال سے نکل اور مغربی افکار ونظریات کی بالادستی کے خلاف بغاوت کر، کہ وہ سراسر ایمان اور ایمانی تقاضوں کے خلاف ہیں۔

(کلام اقبال فارسی، نظم: سیاساتِ حاضرہ)

ان شاءاللہ

مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوُر

25 روزہ

قرآن فہمی کورس

پھر سوئے حرم لے چل

16 مئی تا 9 جون 2022ء

وقت: نمازِ عصر تا نمازِ عشاء

(صرف مقامی حضرات کیلئے)

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

نصاب

- مطالعہ قرآن حکیم
- مطالعہ حدیث رسول ﷺ
- مطالعہ تاریخ اسلام
- مطالعہ کلامِ اقبال
- عربی گرائمر
- تجوید

شرکت کے خواہش مند حضرات اپنا نام رجسٹر کروائیں

برائے رابطہ: چودھری ناصر علی (کورس کوآرڈینیٹر)

0343-7922706 0310-8381034

قرآن اکیڈمی

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ

0336-6778561 , 047-7630861

فکرِ فاروقیؒ

مستقبل میں پاکستان میں معاشی عدل، اجتماعی، سیاسی اور سماجی سطح پر عدل کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کو قرآن مجید کے فہم کے ساتھ دیگر فنی و غیر فنی علوم کو 'مسلمان بنانا' ہوگا۔ اس وقت جدید تعلیمی درسگاہوں میں جو تعلیمی نصابات، نصابی اور غیر نصابی سرگرمیوں کے پروگرام چل رہے ہیں وہ بنیادی طور پر مغربی غیر مسلم حضرات کے ترتیب شدہ ہیں۔ یہ نصابات سیکولرازم اور لبرل ازم کا پرچار کررہے ہیں۔ ہمیں اپنی نوجوان نسل کو سیکولرازم اور لبرل ازم کے مغربی فلسفوں کی آگ سے بچانے کے لیے ان مغربی علوم کو خداشناس اور وحی شناس بنانا ہوگا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آج کے فنی علوم از قسم انجینئرنگ، میڈیکل، کمپیوٹر سائنسز وغیرہ میں از اوّل تا آخر کہیں بھی کسی ریفرنس سے خدا، وحی، رسول، پیغمبر، حلال وحرام اور قرآن مجید واحادیث مبارکہ کا ذکر نہیں ہے حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جس فنی مضمون کا طلباء مطالعہ کررہے ہیں وہ علم بھی اور دیگر تمام فنی علوم اس کائنات میں جاری اللہ تعالیٰ کی صفات ہی کے مطالعے کا دوسرا نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا ہے۔ آسمان زمین بنائے ہیں۔ زمین پر انسانی زندگی کو ممکن بنانے کے لیے پہاڑ، دریا، ندی، نالے، موسم، بارشیں، جنگلات، صحراء، شہر بنائے، درسگاہیں، اسمبلیاں، عدالتیں اور فوج کی سرگرمیاں جیسے شعبے جاری کیے ہیں ان شعبوں میں حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا نام ضرور لیا جانا چاہیے مگر عملاً ایسا نہیں ہے۔ ان علوم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور صناعی کے تعارف اور انکشاف کے طور پر پڑھایا جانا چاہیے۔ ان علوم کی تدریس میں خدا، پیغمبر، وحی، قرآن، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آخرت، اوامر ونواہی اور دینی ذمہ داریاں سامنے لائی جانی چاہئیں تا کہ ان علوم سے گزر کر عملی زندگی میں قدم رکھنے والا مسلمان نوجوان طالب علم ایک اچھا مسلمان، اچھا انسان، مردِ مجاہد اور اقبال کا شاہین و مردِ مومن بن کر سامنے آئے۔

(از حکمت بالغہ نومبر 2018ء)